

فصلِ کنول

رانا محمد حسن خان

فَصلِ کَنُوَل

شعری مجموعہ

رانا محمد حسن خاں

نام کتاب	**فَصلِ کَنُوَل**
مُصنّف	رانا محمد حسن خاں
ناشر	محمد ثاقب رشید (لندن)
معاونین	رانا عبدالصمد خاں، محمود الحسن خاں
سن اشاعت	جون 2024ء
قیمت	------

رابطہ

2. London road sm4 5bq Morden.

E.mail. peshwaltd@gmail.com

Tel. 07480 488239

www.peshwalondon.co.uk

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

دُعاگو شفیق والدین، میرے محترم عطاء کریم شاؔد صاحب جن کی پُرشفقت اِعانت کے بغیر ''فصلِ کنول'' کی اشاعت ناممکن تھی اور بیوی بچوں کے نام

ترتیب

پھلا مصرعہ

صفحہ نمبر	پہلا مصرعہ	نمبر شمار

صفحہ نمبر	پہلا مصرعہ	نمبر شمار

پہلا مصرعہ

پیش لفظ

عاجز اپنے ربّ کا انتہائی شکر گزار ہے جس نے اپنے فضل و احسان سے شعری مجموعہ ''فصلِ کنول'' شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ عاجز کو عالم فاضل ہونے کا دعویٰ ہرگز نہیں ہے ہاں علماء کی صحبت نے لفظوں سے چھیڑ خوانی کرنے کی تھوڑی بہت جرآت عطا کر دی ہے۔ چند برس قبل جب یہ عاجز تک بندی کیا کرتا تھا تو جناب پروفیسر نصیر حبیب صاحب نے فرمایا کہ رانا صاحب شعر کہنا چھوڑنا نہیں، آہستہ آہستہ بہتری آ جائے گی، معروف شاعر منیر باجوہ صاحب نے بھی حوصلہ افزائی فرمائی۔ جب میرے محترم دوست حافظ پرویز صاحب کے توسط سے جناب حافظ عطاء کریم شآد صاحب جیسے بلند پایہ شاعر، بااخلاق اور محبت و شفقت کے مجسمے سے تعارف ہوا تو پہلی بار بحور و اوزان کے علاوہ مزید شاعری کے قواعد و ضوابط کا علم ہوا۔ جو دو سال قبل تک شاعری کی تھی اس میں علماء کی تنقید کے لیے بے حد و حساب سامان موجود تھا۔ میرے محترم استاد جناب عطاء کریم شآد صاحب نے کمال حوصلے سے میری راہنمائی فرمانی شروع کی۔ اصلاح بھی کرنا شروع کی۔ سچ تو یہ ہے کہ ''فصلِ کنول'' کی اشاعت اللہ کا فضل اور جناب عطاء کریم شآد صاحب کی شفقتوں کا شیریں ثمر ہے۔

عصر حاضر کے مشہور شاعر جناب عبدالکریم صاحب قدسؔی، مبارکؔ صدیقی صاحب، رانا عبدالرزاق خاں صاحب عاصؔی، منیرؔہ منیر صاحبہ اور بہت سارے صاحبِ دیوان بلند پایہ شعرا کرام نے حوصلہ افزائی فرما کر شعر کہنے کی طرف راغب رکھا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام کرم فرماؤں کو اجر عظیم دے۔

اس شعری مجموعے میں قواعد پر پورا اُترنے کی کوشش کے باوجود علماء کو شاید کمزوریاں دکھائی دیں۔ امید ہے جائز تنقید اور صرف نظر کے آفاقی قانون پر عمل کرتے ہوئے ایک نَوآموز شاعر کو خوش آمدید کہا جائے گا۔ ورنہ بقول منیؔر باجوہ صاحب اپنا رانجھا تو راضی ہی رہے گا۔ جہاں تک اصلاح لینے کا معاملہ ہے اس کے متعلق یہی کہوں گا کہ کسی ایک مستند شاعر ہی سے رابطہ رکھنا چاہیے۔ ورنہ دو ملاؤں کے درمیان پھنسی مرغی والا معاملہ ہوسکتا ہے۔ شاعری کا مقام دُنیائے ادب میں سب سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ شاعری کو یہ مقام سچا شعر عطا کرتا ہے۔ سچا شعر وہی ہوتا ہے جسے شاعر عبادت سمجھ کر کہتا ہے۔

جھوٹا شعر چاہے قواعد وضوابط کے سنہرے اَوراق میں لپٹا ہو، اعلیٰ وارفع نہیں کہلا سکتا۔

جس طرح دیگر ہر شعبے میں ملائیت موجود ہے اسی طرح ادبی دنیا میں بھی یہ منحوسیت پائی جاتی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ زمانہ بدل چکا ہے، ترجیحات بدل چکی ہیں، سوچ کے دھارے بدل گئے ہیں، جدید علوم کا طوطی بول رہا ہے، انسانوں کی مصروفیات میں بے حد اضافہ ہو چکا ہے، اردو ادب کو بدلتے رجحانات کے پیش نظر آج پھر ایک الطاف حسین حالی کی ضرورت ہے جو ایک بار پھر مقدمہ شعر و شاعری مرتب کرے تاکہ دل کی آواز کو شعر میں ڈھالنا مزید آسان ہو اور اردو ادب پر ایک مخصوص ٹولے کی اجارہ داری کا خاتمہ ہو۔ شُعَرا اور اُدَبا اس بات پر ہمیشہ سیخ پا رہتے ہیں کہ نئے لکھنے والوں کا تلفظ درست نہیں، یقیناً یہ بات درست تو ہے مگر اس کے علاج کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ اگر شُعَرا اور اُدَبا مشکل الفاظ کو اِعراب کا جَامَہ پہنا دیا کریں تو تھوڑے عرصہ میں اس کے خوشگوار اثرات ظاہر ہونے لگیں گے۔ اس عاجز نے اپنے اس شعری مجموعے سے اس نئی روایت کا آغاز کر دیا ہے۔

آخر میں یہ عاجز اپنے ہر اس کرم فرما کا شکریہ ادا کرنا فرض سمجھتا ہے جس نے اس مجموعہ کلام کو شائع کرنے میں کسی بھی نوع کا تعاون فرمایا ہے۔ اور ان تمام تبصرہ نگاروں کا تہہ دل سے مشکور ہوں جن نے کمال محبت سے فصلِ کنول پر تبصرے لکھ کر اس عاجز کا خون بڑھایا ہے۔ میں اپنی رفیقۂ حیات شگفتہ شاہین حسن صاحبہ کا بھی تہہ دل سے ممنون ہوں کہ انہوں نے نا صرف پرسکون ماحول فراہم کیا بلکہ میرے حوصلے کو بھی جوان رکھا۔

طالب دُعا

رانا محمد حسن خاں

لفظے چند، برائے فصلِ کنول

(تبصرہ نگار: پروفیسر نصیر حبیب صاحب)

چند سال ہوئے خاکسار کا تعارف رانا محمد حسن خاں صاحب سے ہوا۔رانا صاحب انتہائی باذوق، علمی اورادبی شخصیت کے مالک ہیں۔ان کا وسیع مطالعہ اور مرنجاں مرنج شخصیت محفل میں چار چاند لگا دیتی ہے۔خاکسار تاریخ کا ادنیٰ طالب علم ہے اور خاکسار کو رانا صاحب کی محفل میں اپنے ذوق کی تسکین کا سامان ملتا ہے۔ رانا صاحب کئی کتابوں کے مصنف ہیں لیکن چند برس ہوئے آپ نے شاعری کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔رانا صاحب کو اپنی صحت کے حوالے سے مختلف مسائل کا سامنا کرنا پڑا لیکن بقول شاعر

دھوپ نکلی تو میرے جسم سے سایہ نکلا

دراصل چیلنج انسان کے لیے ترقی و کامرانی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

''ان ابتلاؤں کے نیچے خدا تعالیٰ کی رضا کا پروانہ اور خزانہ مخفی ہے۔''

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

ترجمہ: جو بھی آزمائش خدا تعالیٰ کی طرف سے اس قوم پر آئے اس کے نیچے خدا کے کرم کا ایک خزانہ چھپا ہوتا ہے۔

دراصل چیلنج سے گزر کر انسان ایک نئی منزل کو چھو لیتا ہے، کیونکہ عام فرد تو زندگی کی سطح پر بسر اوقات کرتا ہے اور عادات و رسوم کے تابع رہتا ہے لیکن کسی عزیز کی موت، خطرے کی موجودگی یا شدید علالت کے دوران میں وہ یک لخت اس سطح سے نیچے چلا جاتا ہے اور ذات کی اس بے پایاں خاموشی سے آشنا ہو جاتا ہے جو کائنات کا منبع اعظم ہے۔جب وہ اس گنگا اشنان سے فارغ ہو کر دوبارہ سطح پر آتا ہے تو اس کے ہاں ایک ایسی زمینی اور رُوحانی پاکیزگی اُبھر آتی ہے جس سے وہ قطعاً نا آشنا تھا۔

(ڈاکٹر وزیر آغا۔اردو شاعری کا مزاج صفحہ ۲۷)

بلاشبہ رانا صاحب نے اس چیلنج سے گزر کر جس زمینی اور رُوحانی پاکیزگی کی منزل کو پایا ہے اس کی جھلک آپ کی شاعری میں بھی نمایاں ہے۔آپ کو اس حقیقت کا اِدراک ہو گیا کہ ابتلاؤں کے نیچے خدا تعالیٰ کی رضا کا پروانہ اور خزانہ مخفی ہے۔

خود ہمیں رَہ کا پتہ دیتی ہے منزل
جب کبھی رَہ میں کوئی دیوار آئے

ان راہ میں آنے والی دیواروں نے بالآخر رانا صاحب کو اس رازِ ہستی سے آگاہ کر دیا جس کا اِدراک اِنسان کی پیدائش کا مقصد ہے یعنی عشقِ الٰہی

عِشق کا جامِ لبالب یُوں پلا
دُوئی کا ہر نقش دِل سے دُور کر دے

یعنی بقول بابا غلام فرید

اَگ دا دارُو مینہ تے پانی ، دس عشق دا دارُو کیہڑا
غلام فریدا چل اوتھے چلیئے ، جتھے عشق ہوراں دا ڈیرہ

عشقِ الٰہی کے حوالے سے فانی فی اللہ ہستی جو اس عالم ناسوت سے اتنا اوپر اُٹھی کہ مقام قَابَ قوسین کو چھو لیا اور پھر اس معمورائے عالم کو اپنے جلوہ سے ایسے منوّر فرمایا کہ جانوروں کی طرح کھانے پینے والے یَبِیتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ۔(جو اپنے ربّ کے لئے راتیں سجدہ کرتے ہوئے اور قیام کرتے ہوئے گزارتے ہیں) کا نمونہ بن گئے۔

پردوں میں تھے جو اَسرارِ رُوحانی اب تلک
ہر اِک حجاب اُن سے اُٹھایا ہے آپؐ نے
اُسلُوبِ زندگی کو بھی قُرآں میں ڈھال کر
زندہ خُدا جہاں کو دکھایا ہے آپؐ نے

زندہ خدا کا عرفان و اِدراک انسان کی انفرادی اور اجتماعی طور پر سب سے بڑی سعادت اور

متاع ہے لیکن انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر تاریخ کے مختلف ادوار میں اس قادر و توانا ہستی کو نا صرف نظر انداز کرتا رہا ہے بلکہ انکار بھی کرتا رہا ہے۔اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان اپنے حقیقی خدا کو بھول کر اپنے بارے میں فکرمند ہو جاتا ہے۔پھر اپنی بقا کے لئے طاقت کے حصول کے لئے دیوانہ ہو جاتا ہے اور تمام اَخلاقی اصولوں اور اَقدار کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے جس کے نتیجے میں تباہ کن جنگوں کے سلسلے شروع ہو جاتے ہیں اور نہ صرف لاکھوں لوگ لقمہ اجل بن جاتے ہیں بلکہ لاکھوں لوگ جنگ کی مصیبتوں کے باعث غربت واِفلاس کی چکّی میں پیسے جاتے ہیں جس کے بعد یہ راز کھلتا ہے۔

اِنسان حسنؔ یُوں اِترائیں ہیں خُدا بن کر
پر اس کے سِوا سب دھوکا ہے کوئی کیا جانے

رانا صاحب کو گہرا سماجی شعور بھی حاصل ہے اور آپ کا تاریخ کا بھی مطالعہ ہے اور آپ کو انسانوں کی بھی پہچان ہے بقول میاں محمد بخش۔

''اصلاں نال جے نیکی کریے او نسلاں تک نئیں بُلدے''

تقسیم کے موقع پر احمدیہ جماعت نے اپنی جان پر کھیل کر پچاس ہزار مسلمانوں کی حفاظت کی۔ایک موقع پر جب حضرت مصلح موعودؓ پشاور تشریف لے گئے تو لنڈی کوتل کے شنواری اور آفریدی سرداروں کے ایک وفد نے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔آپ نے ان سرداروں سے پوچھا کہ وہ ملاقات کرنے کی کیوں خواہش رکھتے تھے؟انہوں نے جواب دیا:۔

''قادیاں کے احمدیوں نے جانبازی سے اپنے شہر کی حفاظت کی ہم مسلمانوں کے اس بہادر فرقے کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کرنا چاہتے تھے۔'' (تاریخ احمدیت جلد ۱۱ صفحہ ۳۱۳)

لیکن حیرت ہے کہ مسلمانوں کے اسی فرقے کو ان مولویوں کے کہنے پر جو پاکستان کو بازاری عورت قرار دیتے تھے، غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔رانا صاحب نے سچ کہا ہے۔

اِنسان حَسنؔ یاں ملتے ہیں ہر وَصف کے
اَحباب میں تیرے رِذالے نہ رہیں

یعنی

''بداملاں نال جے نیکی کریے پٹھیاں چالاں چلدے''

دراصل قوم کے لیڈران فرضی نعروں کے پیچھے چھپ کر اپنے اپنے مفادات کا کھیل کھیل رہے ہیں اور ہر قسم کی اَخلاقی اَقدار اور وطن کے مقاصد بالائے طاق رکھ دیا ہے اور قوم تیزی سے ادبار اور اَخلاقی انحطاط کی پستیوں میں اُتر چکی ہے۔

یہ ختمِ نبُوَّت بھی ہے قومی شغل اپنا
ہر جُرم چُھپے اِس میں ، بس نعرہ لگاؤ تم

گزشتہ 77 سال سے قوم بار بار فریب میں مبتلا ہوتی ہے اسے کھلونوں سے بہلایا جاتا ہے اور جب وہ کھلونے ٹوٹ جاتے ہیں تو پھر انہیں اور کھلونے دے دیئے جاتے ہیں یہی سلسلہ 77 سالوں سے جاری ہے۔

کچھ دن جو خُوب بجایا تھا
وہ جُھنجُنا دیکھو ٹُوٹ گیا

اب سوال یہ ہے کہ قوم اس قعرِ مذلت سے کب باہر آئے گی؟ بقول فیض احمد فیض۔

کب ٹھہرے گا درد اے دِل کب رات بسر گی
سنتے تھے وہ آئیں گے سنتے تھے سحر ہوگی

رانا صاحب کا تاریخی شعور بھی گہرا ہے۔ یہی تاریخ کی شہادت ہے کہ جب کوئی قوم سیاسی زوال کا شکار ہوتی ہے تو رُوحانی احیاء کے بغیر اس بھنور سے باہر نہیں آسکتی جس کی طرف مشہور مورخ ٹائن بی نے یہی اشارہ کیا ہے کہ مسلمانوں کا اصل مسئلہ ان کا رُوحانی اور اَخلاقی زوال ہے۔ کیا خوب رانا محمد حسن صاحب نے فیض احمد فیض کے سوال اور ٹائن بی کی طرف سے کیے گئے اشارہ کا جواب خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔

یہ نُورِ خِلافت ہی سے تو چھٹے گی
ہر اِک سُو ہی پھیلی جو ظُلمَت ہے یارو

نصیر حبیب۔لندن

تبصرہ برفصلِ کنول

(تبصرہ نگار: محمد کولمبس خاں صاحب۔مہدی آباد۔جرمنی)

برادرعزیز رانا محمد حسن خاں صاحب کا منظوم کلام ’’فصلِ کنول‘‘ کے نام سے کتابی صورت میں مطالعہ کے لئے اب دستیاب ہے۔آپ لنڈن سے نکلنے والے سہ ماہی رسالہ ’’پیشوا انٹرنیشنل‘‘ کے مدیر ہیں اوراس سے پیشتر دس کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ان کے بزرگان کومسلمان ہونے کی بناء پر مشرقی پنجاب سے ہجرت کا داغ برداشت کرنا پڑا۔ابھی کچھ سنبھلے ہی تھے کہ پاکستان میں انہیں حقیقی مسلمان ہونے کی بناء پرمصائب کا سامنا کرنا پڑاجن کی وجہ سے رنج ہجرت پھرراحت افزاءنظرآنے لگا۔اس طرح کے تجربات سے گزرتے گزرتے ایک باشعورانسان کی ذہنی پختگی اسے اپنی اندرونی کیفیت کے اظہارکی راہیں دکھاتی ہیں اورشعروں کے ذریعہ سوزکوآزادکردیتی ہے۔اس سوز کا بھی ایک اپناہی لطف ہوتا ہےاوراس کی لَے ہراس شخص کے دل کے تاروں پرانگلی پھیرتی ہے جوسوز کی مشترکہ دھنوں کومحسوس کرسکتے ہیں۔

حب الوطنی ایمان کاحصّہ بتائی جاتی ہےاور سچی حب الوطنی اس ایمان کی آزمائش کا باعث بھی بنتی ہے یہ ہمارے دلوں کا ایک آزمودہ روگ ہے۔اس بھٹی سے بھون کرنکلنے والے دانے آتش سہہ کرلذت بہم پہنچانے کاباعث ہوجایاکرتے ہیں۔

برادرم رانامحمدحسن خاں صاحب کےکلام میں کھرے پن پرمبنی سچائی،صبرشکر،اپنوں غیروں سے سچی ہمدردی اور خیرخواہی کے ساتھ ساتھ معاندین کوتاریخی حوالوں سے تنبیہ کا عنصربھی پایا جاتا ہے۔

ان کی پہلی غزل کامقطع ہے:

عشق میں تو جُرم ہے یہؔ یاس و شکوہ
گو غموں کی اے حسنؔ یلغار آئے

ایک صاحبِ عرفان عاشق کایہی وطیرہ ہوتا ہےکیونکہ ایک عارف باللہ کوعشق ایسی بشاشت

عطا کرتا ہے کہ غموں کی یلغار میں بھی دنیاوی لحاظ سے جائز شکوہ شکایت بھی اس کے پاس نہیں پھٹکتے۔ اسی لئے صوفیاء ''حسنات الابرار'' کو سیئات المقربین شمار کرتے ہیں۔

وَصلِ الٰہی کے طالب کے دل پر امام الزماں علیہ السلام کے الفاظ میں ہر آن ایک ہی دھن سوار ہوتی ہے جیسے آپ نے خدا سے پیار کرنے والوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

اِسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟

جنت کی تصویر کشی میں حور کی زینت سے رنگین نقشہ خوب بیان کیا جاتا ہے لیکن مومن کی جنت دیدارِ الٰہی میں ہوتی ہے۔ حُور کی روحانی تصویر کو محترم رانا صاحب ایک نہایت خوبصورت انداز میں پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

لمحات گزرتے ہیں جو تیرے تصّور میں
مجھ کو تو وہ ہر لمحہ اِک حور دکھائی دے

پھر جب اس سے مانگتے ہیں تو لکھتے ہیں۔

اپنی جانب سے ہر گھڑی پرواز دے وہ
عاشقوں میں جو مجھے مذکور کردے

سرورِ کائنات ﷺ کی مدح میں لکھتے ہیں:

اُسلوب زندگی کو بھی قُرآں میں ڈھال کر
زندہ خدا کو دکھایا ہے آپ نے

اُمت مسلمہ کے اس دورِ مظلمہ میں حقیقی اسلام سے دُوری کی وجہ سے ایمان کو ثریا سے لانے والی عظیم ہستی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

ہو چکا ہے اب دنیا میں مسیحا کا نزول
گلشنِ احمد پہ دیکھو آ گئی پھر سے جوانی

فیض احمد فیضؔ کے طرزِ اظہار کے مطابق بظاہر یہ شعر بالکل سادہ سا ہے لیکن پڑھنے والے کا

دل دبوچ لیتا ہے۔

چاہ میں تیری جب مچلتا ہے
دِل بڑے زور سے دھڑکتا ہے

ان کی واردات قلب و ذہن ہی نہیں بلکہ واردات جسم و جاں بھی ساز اٹھائے ہوئے بار بار اپنی موجودگی کا احساس دلاتی ہے۔ان کی شاعری بلاشبہ ایک مذہبی روحانی رجحان کی اساس پر ہونے کے ساتھ ساتھ اردو کی بھی خود کار خدمت کی مظہر ہے۔اگر فرنگی اردو بولتے کوئی لفظ بگاڑ بیٹھیں تو یہ بات قابل فہم ہے لیکن دانشوری کے لبادے میں پاکستانی میڈیا میں اردو کے الفاظ پر جو کوڑے برسائے جاتے ہیں وہ اہل دل پر پڑتے ہیں۔ برادرم رانا صاحب نے نئی ترکیبات بھی جا بجا اختراع کی ہیں جو بھلی لگتی ہیں۔مثلاً رذیل کی جمع رذالے کی صورت میں کی بیان گئی ہے۔

دین اسلام کی حقانیت پر یقین اور اگلی نسل کی دین سے وابستگی پر اظہار تشکر۔دوسری طرف دینِ اسلام کے نام پر رذالت کا مشاہدہ، معاندین کے لئے للکار، محسنوں، پیاروں اور رشتہ داروں کی جدائی، وطن کی حالت زار کا دکھ اور زندگی کے متفرق تجربات جیسے سارے موضوعات کو اپنے اشعار میں سمو کر ’’فصلِ کنول‘‘ کے نام سے دل کی کھیتی کے پھولوں پر مشتمل یہ ایک نہایت خوبصورت گلدستہ ہے۔ خدا کرے کہ ان اشعار کی تاثیر دلوں میں کار آمد جنبش پیدا کرے۔

برادرم رانا محمد حسن خاں صاحب میں نے آپ کی ارسال کردہ فصل کنول بالاستیعاب پڑھی۔آئے دن مشاعروں میں پڑھا جانے والا کلام سننے کا موقع ملتا رہتا ہے۔ بلاشبہ آپ کا کلام کہیں بہتر اور دل پر نیک اثر کرنے والا ہے۔خیال رہے کہ یہ تبصرہ آپ کے ساتھ برادرانہ اُلفت کی بناء پر نہیں بلکہ کڑی تنقید کے معیار کو سامنے رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔اللہ تعالی آپ کے قلم اور ذہن کو مزید تقویت عطا فرمائے اور آپ کے گھرانہ کو ہمیشہ خوشیوں سے مالا مال رکھے۔آمین۔خاکسار کو بھی اپنی دعاوں میں یاد رکھیں۔جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

خاکسار

محمد کولمبس خان

حرفِ چند

محترمہ منیرؔہ منیر صاحبہ

بہت خوشی ہوئی کہنہ مشق ادیب اور معروف شاعر محترم جناب رانا محمد حسن خاں صاحب، آپ کا مجموعۂ کلام ’’فصلِ کنوَل‘‘ پا کر اور اس کا ’’پیش لفظ‘‘ پڑھ کر۔ ’’فصلِ کنوَل‘‘ اور اس کا سرورق بھی بہت خوبصورت ہے۔ بہت خوبصورت غزلیں ہیں ابھی پڑھ رہی ہوں۔ میں آپ کی اس بات سے سو فیصد اتفاق کرتی ہوں کہ سچا شعر تبھی بنتا ہے جب وہ سچے مضامین لئے ہوئے ہو اور صدقِ دل سے اپنے جذبات کو گوہرِ نایاب بنا کر لکھا جائے۔ آپ رسالہ سہ ماہی پیشوا انٹرنیشنل کے ایڈیٹر ہیں اتنی مصروفیت کے باجود ایک معرکہ آراء شعری مجموعہ کے مصنف اور بلند پایہ ادیب بھی ہیں، میری معلومات کے مطابق رانا محمد حسن خاں صاحب دس کتابوں کے مصنف ہیں۔ اپنے سہ ماہی میگزین میں آپ ہر موضوع پر لکھتے ہیں۔ اور اس رسالہ میں مضامین کے علاوہ سخنوری کے میدان میں بھی گل پاشی خوب کرتے ہیں۔ حمدِ باری تعالیٰ ہو یا نعتیہ کلام ہو یا عصرِ حاضر کے موضوعات، رانا صاحب خوب لکھتے ہیں۔ سبحانہٗ تعالیٰ سدا آپ کے ساتھ ہو۔ اللہ کرے آپ اسی طرح لکھتے رہیں اور ہم بھی آپ کی تحریروں سے مستفید ہوتے رہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و تندرستی والی فعال لمبی زندگی سے نوازے اور قدم قدم کامیابیاں آپ کا مقدر بنیں۔۔۔ آمین

لا تحزن ان اللّٰہ معنا۔

خاکسار

منیرؔہ منیر آف لاہور۔ پاکستان

15.03.2024

☆☆☆

رانا محمد حسن خاں اور فصلِ کنول

(تبصرہ نگار: منیر احمد باجوہ صاحب۔ ہیمبرگ۔ جرمنی)

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ محترم رانا محمد حسن خان صاحب!

آپ کے مجموعۂ کلام کا مطالعہ کر کے دلی خوشی ہوئی۔ آپ اعلی ذوق رکھتے ہیں جس کی جھلک آپ کی غزلوں میں نمایاں نظر آتی ہے۔ آپ سہ ماہی رسالہ ''پیشوا انٹرنیشنل لندن'' کے ایڈیٹر تو ہیں ہی، آپ ایک اعلیٰ پائے کے ادیب بھی ہیں آپ کے مضامین نظر سے گزرتے رہتے ہیں حالاتِ حاضرہ پر بھی خوب لکھتے ہیں ادبی شخصیات کو بھی موضوعِ سخن بناتے ہیں، دین سے بھی محبت وعشق کا لگاؤ رکھتے ہیں۔ جو مذہب سے منافرت پھیلائے رکھتے ہیں ان کی بیخ کنی بھی خوب کرتے ہیں آپ کی ہر ہر غزل داد و تحسین کیلئے خود منہ بولتا اظہار ہیں۔۔ وحدہ لاشریک پر کامل بھروسہ اس شعر میں جھلک رہا ہے۔

بر سرِ پیکار خود یارِ ازل تھا
جب عدو کو ہم فقط للکار آئے

پیارے آقا رحمتہ العالمین ﷺ کی عظمت و محبت کی بھرپور جھلک ان اشعار میں ملتی ہے۔

ہر رنگ شِرک کا یُوں تو مِٹّی دیا ملا
کعبہ سے بھی بُتوں کو ہٹایا ہے آپؐ نے
عَورَت کی عَظمَتوں کو بڑھایا ہے آپؐ نے
حَق ہر یَتیم کو بھی دلایا ہے آپؐ نے
ہر اِک غریب و مُفلِس کو سینے لگا لیا
روتے ہوؤں کو بھی تو ہنسایا ہے آپؐ نے
غَفلَت کی وادیوں میں تھے اِنسان سو رہے
غَفلت سے ان کو آ کے جگایا ہے آپؐ نے

آپ کا دیوان ''فصلِ کنول'' دُنیائے سخن و شعر کے اُفق پر پوری آب و تاب کے ساتھ چمک

رہاہے آپ کی کامیابیاں ہمارے لئے باعث فخر ہیں مجھے دلی خوشی ہوئی ہے۔اللہ کرے مزید کامیابیاں آپ کے قدم چومتی رہیں۔خاکسار رَبّ الکریم کی بارگاہ میں دُعا گو ہے کہ وہ ہر آن آپ پر مہربان رہے اور سدا آپ کو اقبال مندر کھے اور دین و دُنیا کی حسنات سے نوازتا چلا جائے،صحت وتندرستی والی فعال زندگی سے نوازے اور نوازتا چلا جائے۔۔آمین

خاکسار

منیر احمد باجوہ

ہیمبرگ جرمنی

17.05.2024

☆☆☆

فصلِ کنول اَور اِس کا مالی

(محترمہ فوزیہ ظہیر فضا قلمی نام قدسیہ نور فضا صاحبہ۔ لاہور۔ پاکستان)

جیسے جیسے میں فصلِ کنول کا مطالعہ کرتی جارہی تھی یوں معلوم ہوتا تھا خوشبوؤں سے مہکتے کسی ایسے گلستان میں آگئی ہوں جہاں اِحساس اور اِخلاص کے ایسے کنول کھلے ہوئے ہیں جو دل کی اندرونی کیفیات کا کُھلے طورنقشہ دکھارہے ہوں کہ دیکھوفصلِ کنول کے مالی کو جو اپنے خالقِ حقیقی کی محبت سے سرشار اپنے محبوب نبی آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دل و جاں سے نثار اور وقت کے امام مہدی کی صداقت کی زبردست گواہی پیش کررہا ہے اور اپنے جذبات کے لہو کو سینچ کر کس درد اور کرب کے ساتھ اپنے پیارے وطن کی بدحالیوں اور بداعمالیوں پر کڑھتا ہے تو دوسری طرف ایسے لوگوں کو بطور نمونہ پیش کررہا ہے جو کچھ بولیں تو پھول ان کے ہونٹوں سے جھڑتے ہیں جس کا ذکر وہ اپنے ایک شعر میں یوں بیان کررہے ہیں کہ

وہ ہونٹ گر کھولیں تو پھول جھڑتے ہیں
جو پاک دِل رَوشن ضمیر ہوتے ہیں

ہر لحاظ سے فصلِ کنول کا مالی اپنے گلستان کی رکھوالی اور محبت میں اس قدر منہمک ہے کہ اپنے سے جڑے تمام رشتوں کیلئے اس کے دِل سے نکلنے والی دعائیں اُس احساس کا پتہ دیتی ہیں جس کے پتے پتے کو سمیٹ کر شاعر نے اس فصلِ کنول کو قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے تاکہ پڑھنے والے حضرات رشتوں کی ان بے لوث خوشبوؤں سے محظوظ ہوں صرف اپنی ذات تک محدود نہ رہیں بلکہ اپنے اردگرد بھی نظر رکھیں اور ہوائے نفس کے پنجے سے نکل کر فصلِ کنول کی آزاد معطر فضاؤں میں محورقص رہتے ہوئے محبتوں کے ایسے گیت گاتے رہیں جو دِلوں کو لبھاتے رہیں اور سوئے ضمیروں کو جگاتے رہیں اور یہ تبھی ہوگا جب ہم اپنی ذات سے ہٹ کر کچھ سوچیں سمجھیں گے کیونکہ

ہوائے نفس کے پنجے کا جو اسیر بنے
وہ با مقام یا عالی کبھی نہیں ہوتا

اس شعر میں کیا ہی زبردست پیغام دیا ہے رانا محمد حسن صاحب نے، اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور قارئین کے لیے فائدہ مند کرے۔ اللہ کرے ہر مسلمان کے سینے میں ایسا دردمند دِل دھڑکے جیسا فصلِ کنول میں مجھے رانا محمد حسن صاحب کا دِل دکھائی دیا۔ میں نے ان کی شاعری میں ان کے دِل کو اِک آئینے کی طرح دیکھا ہے جو اس قدر صاف اور شفاف ہے جیسا کہ اِک مومن کا دِل ہونا چاہیئے بلکہ سیدھا تلوار کی طرح سُدھا ہوا۔

بہت دعائیں رانا محمد حسن صاحب کے لیے، اللہ تعالیٰ ان کو شاد و آباد رکھے، مزید کامیابیاں عطا فرمائے اور علمی قلمی عملی جہاد میں آخری سانسوں تک اپنے عہد کو نبھاتے چلے جائیں۔ آمین

والسلام خاکسار

فوزیہ ظہیر فضا قلمی نام قدسیہ نور فضاؔ

لاہور۔ پاکستان

16.05.2024

☆☆☆

''فصلِ کنول'': ایک تاثر

(تبصرہ نگار: ڈاکٹر طارق احمد مرزا صاحب۔آسٹریلیا)

شاعرایک حساس اور باشعور ذہن کا مالک ہوتا ہے۔آپ بیتی اور جگ بیتی کے کہیں کھٹ مٹھے تو کہیں تلخ وشیریں امتزاج سے جنم لیتے اس کے تجربات اور مشاہدات اس کے وجود،اس کی روح، اوراس کے ذہن کی جھیلوں میں سوچ کے نت نئے کنول اگاتے ہیں تو یہ رنگارنگ انواع واقسام کے کومل کومل سے کنول دنیاوالوں کے ساتھ شاعر کے ذاتی احساسات،وجدان اورادراک کے نئے رشتے،نئی شناسائیاں،نئے تعلق پیدا کرتے نظر آتے ہیں۔

شاعر کی تخلیق کا ہر حسین وجمیل کنول جہاں دیکھنے والوں کے لیئے ایک انتہائی پرسکون،کیف آگیں،ملکوتی طلسم اور گہرے ٹھہراؤ جیسی کیفیت پیدا کرتا دکھائی دیتا ہے وہاں کنول کوجنم اورسہارا دیتی ماں جیسی عظیم جھیل یعنی شاعر کے اندر بسی کائنات کی شش جہات اوران کی پوشیدہ عمیق وسعتوں اوراتھاہ گہرائیوں سے بھی دنیا کو آشنا کررہا ہوتا ہے۔

قارئین کرام،گلاب اور کنول میں ایک بڑافرق یہ ہے کہ جہاں گلاب کی ٹہنیاں کانٹوں سے لیس ہوکر کسی کے نرم ونازک،معصوم،یا بے خبر ہاتھوں کولہولہان کردینے والے اپنے فطری نوکیلے پن اور بے رحم چبھن سے مسلح ہوتی ہیں،وہاں کنول کا پودہ اپنے وجود کے ہر حصے،بشمول پھول،ڈنٹھل،تخم گھر (POD)، پتوں غرض سب کچھ ہی تو اپنے قدردان کیلیے پیش کررہا ہوتا ہے۔اس کا کوئی بھی تو حصہ بے فائدہ یا ضرررساں نہیں ہوتا،بالکل کسی مصور کے موقلم کی طرح،کسی خوش گلو کی آواز کی مانند،کسی شاعر کی تخلیق کی طرح!۔

مشفقی،مجبی فی اللہ ومحسنی محترم راناحسن خاں صاحب بھی انہیں شعرامیں سے ہیں جنہوں نے اپنے احساسات وجذبات کے کومل کومل حسین وجمیل اورفیض رساں،بے ضرر،شائستہ اورمعصوم،ایک آدھ کنول نہیں،پوری ''فصل''ہی قارئین کے ہاتھوں میں تھمادی ہے جوکوئی آسان کام نہیں۔شیخ سعدیؒ نے سچ کہا ہے

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

یعنی جب تک عطا کرنے والا خدا کسی کو کوئی مرتبہ، صلاحیت اور عزت نہ عطا کرے کسی شخص کے بازو کی طاقت سے وہ رتبہ یا وہ صلاحیت وعزت حاصل نہیں ہوتی ہے۔

محترم رانا صاحب موصوف ہمہ جہت شخصیت کے حامل ہیں۔ایک کہنہ مشق لکھاری، صحافی، شاعر اور پھر بطور ہومیو پیتھک معالج دکھی انسانوں کی خدمت کو بھی اپنا فرض سمجھ کر بڑی ذمہ داری اور محبت سے عبادت سمجھ کر نبھاتے ہیں۔

فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

جہاں تک ان کے شاعرانہ ابلاغ ومقاصد کا تعلق ہے تو اس میں بھی خدمت انسانیت کی جھلک نمایاں نظر آتی ہے۔بحیثیت شاعر وہ اپنے پیرو مرشد حضرت امام الزماں کے اس اصول سے چمٹے ہوئے نظر آتے ہیں کہ

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

حسؔن پوست کو نہیں مغز کو دیکھتے ہیں، صورت سے زیادہ سیرت، بصارت سے زیادہ بصیرت، شکل سے زیادہ عقل، اور کاکل وعارض سے زیادہ قلب وروح کو ترجیح دیتے ہیں۔آپ ظاہر پرست نہیں بلکہ باطن کو دیکھتے اور دکھاتے ہیں۔

آپ کے کلام کو پڑھ کر کوئی ''شعری ملاں'' کہیں ایک آدھ جگہ رسمی اصول ورموز شاعری، بحر واوزان وغیرہ کی بنیاد پر تنقید برائے تنقید کرسکتا ہے لیکن یاد رہے کہ رانا حسن خاں صاحب کے پاس جو وجدانی وروحانی ترازو ہے وہ شعر کے وزن سے زیادہ کچھ اور ہی قسم کے اوزان کا پیمانہ کرتے ہوئے دیکھنے کو ملتا ہے، مثلاً:

ظلم کل لوٹا تو کوئی ساتھ نہ دے گا ترا
یاد رکھ ہر جاں پہ اپنی جاں کا ہی تو وزن ہے

سوئے حق اُٹھتے قدم جو روکتا ہے ہو نہ ہو
عیشِ دنیا میں غرق داماں کا ہی تو وزن ہے
جو عدم سے دہر میں لا کر ہمیشہ ساتھ ہے
انسان پر اللہ کے احساں کا ہی تو وزن ہے

لیکن واضح رہے کہ حسنؔ صاحب مقصدیت کا پیچھا کرتے کرتے شعریت کو پیچھے نہیں چھوڑ جاتے۔ان کا کلام لفظی تجربات، چست بندشوں، متنوع تراکیب، اور رومانوی استعاروں سے پر ہے۔ بہت سی نظموں اور غزلوں میں آپ نے نہایت مشکل زمین پہ ہاتھ ڈالا ہے اور سہل ممتنع کے شہکار مرتب فرمائے ہیں۔

اسی طرح بعض جگہ کچھ اس قسم کے ردیف اور قافیوں کو بحر کے اندر کمال مہارت سے ’’لگام‘‘ دے کے رکھا ہے جو خود کو شاید کسی جغادری ’’استاذ‘‘ کے ہاتھ بھی نہ لگنے دیں۔

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

طارقؔ احمد مرزا

(آسٹریلیا۔19 مئی 2024)

☆☆☆

تبصرہ بر فصلِ کنول

(محترمہ بشریٰ حفیظ صاحبہ۔کینیڈا)

برادرم رانا محمد حسن خاں صاحب کی زیرادارت چھپنے والا رسالہ ''پیشوا انٹرنیشنل لندن'' اور ان کی ہومیو پیتھک کی کتابیں جوانہوں نے از راہ محبت میرے شوہر مکرم ملک حفیظ اللہ کو ارسال کی تھیں ان کے ذریعے ہم رانا صاحب سے متعارف ہوئے تھے۔اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً جب بھی ہمیں کسی ہو میو پیتھک نسخے کی ضرورت پڑتی ہے، ہم سات سمندر پار بیٹھے لوگوں کا بھی انہوں نے فوراجواب دیا ہے۔رانا محمد حسن خاں صاحب ایک نافع الناس وجود ہیں، جو صرف جسمانی بیماریوں کا علاج ہی نہیں کرتے بلکہ اپنے مدلل مضامین جو رسالہ ''پیشوا انٹرنیشنل لندن''میں چھپتے رہتے ہیں اور خوبصورت غزلوں اورنظموں کے ذریعے نا صرف اردو زبان کی خدمت کررہے ہیں بلکہ اردو بولنے والوں کے ذہنوں کی آبیاری بھی کررہے ہیں۔(جزاکم اللہ احسن الجزا)

برادرم رانا محمد حسن خاں صاحب کا شعری مجموعہ ''فصلِ کنول'' اپنے دیدہ زیب سرورق اور خوبصورت اشعار کے ساتھ ایک بہت اچھی کتاب ہے۔جو پڑھنے والے کی توجہ اپنی طرف ضرور کھینچتی ہے۔آپ کے شعروں میں بظاہر عشق مجازی کی جھلک ہے مثلاً

جان فرسا ھے تیرا غم پہ تیری
یاد سے خالی کوئی رات نہیں

اور جب یہ عشق اپنی معراج کو پہنچ جاتا ہے تو عشق حقیقی بن جاتا ہے ۔

ہر ذرّہ میں اِک تُو ہی مستور دکھائی دے
پرتو سے تیرے ہر گل مغرور دکھائی دے
دِل میں ہے نِہاں بھی تُو اَنجُم سے ورے بھی تُو
ظُلمَت میں فَقط تیرا اِک نُور دکھائی دے

اس کے علاوہ اپنے مرشد سے محبت،اپنے ملک سے محبت اور اس کی زبوں حالی پر افسوس،

اپنے ہم وطنوں کے غم میں سینہ فگار ہونا بھی آپ کے شعروں میں دکھائی دیتا ہے۔

لوٹ لو ، مار دو ، جلا دو سن رہے ہیں روز و شب
اُف! خدا کے بندے گویا اب خدا ہیں ہو گئے

بہترین بات یہ ہے کہ اس کے ساتھ ساتھ امید کا پیغام بھی ہے اور جذبہ غیرت بھی اُبھارتے ہیں۔ مثلاً نظم ''اے پاک وطن کے مزدورو'' میں کہتے ہیں۔

اپنے بلکتے بچوں کی خاطر ہی بیدار تم ہو جاؤ
کہہ دو یہ بنانے والوں سے آئین ہمارا کوئی نہیں
عبرت کا نشان بن جائیں گے جتنے بھی منافق لیڈر ہیں
ظالم بھی اِک دن دیکھیں گے ان کا بھی سہارا کوئی نہیں

کتاب کے الفاظ سادہ اور عام فہم ہیں جو عام قاری بھی سمجھ سکتا ہے بہت زیادہ لفاظی سے بھی گریز کیا ہے۔ کتابت بہت اچھی ہے، اور کتاب کا حجم بہت مناسب ہے کہ پڑھنے والا اس کو ایک دن میں ختم کر سکتا ہے۔ آخر میں مطالعہ کے شوقین خواتین و حضرات سے یہ ضرور کہوں گی کہ اگر آپ بالکل تنہا بیٹھے ہوئے ہوں تو ''فصلِ کنول'' آپ کی بہترین ساتھی ثابت ہو سکتی ہے۔

خاکسار

بشریٰ حفیظ/ ایڈمینٹن۔ کینیڈا

18.05.2024

☆☆☆

تبصرہ: کتاب "فصلِ کنول"

(تبصرہ نگار: رانا عبدالرزاق خاں عاصؔی صحرائی۔لندن)

رانا محمد حسن خاں صاحب کا تعلق گھوڑے واہ راجپوت گھرانے سے ہے۔ان کے والدین تقسیم ہندوستان کے بعد اپنے آبائی گاؤں سڑوعہ تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیار پور سے ہجرت کر کے چک نمبر 60 ج۔ب شہباز پور فیصل آباد میں آباد ہوئے تھے۔رانا محمد حسن خاں صاحب ستمبر 1985ء کو جرمنی منتقل ہوئے 2007ء میں برطانیہ میں سکونت اختیار کی۔ادب وشاعری کے جراثیم یقیناً ان کے خون میں شامل تھے۔2009ء میں آپ کی پہلی کتاب خزینۃ الشفاء شائع ہوئی بعد ازاں ان کا ادبی شوق بڑھتا چلا گیا،موصوف اب دس سے زائد کتب کے مصنف ہیں اور 2013ء سے لندن میں ایک سہ ماہی میگزین پیشوا انٹرنیشنل کے نام سے بھی نکالتے ہیں جس میں مذہبی ادبی، سیاسی، معاشرتی، طبی مضامین مسلسل شائع کر رہے ہیں۔اس قدر ادبی شوق رکھتے ہیں کہ اپنے ادبی کام پر کسی بھی تعریف و توصیف کے خواہاں نہیں ہیں۔مسلسل لکھتے رہتے ہیں۔مطالعہ کا شوق بھی بہت ہے۔بے لوث خدمت کرنے والے اور مخلص انسان ہیں۔رانا محمد حسن خاں صاحب نے چند برس قبل شاعری کی طرف بھی توجہ دینی شروع کر دی۔میں حیران ہوں کہ آپ نے شاعری میں بھی خوب ترقی کر لی ہے۔اور ایک مجموعہ کلام فصلِ کنول کے نام سے شائع کر دیا ہے۔میں نے ان کی شاعری کو پڑھا ہے۔آپ نے بہت سے موضوعات پر شعر گوئی کی ہے۔فصلِ کنول میں ایک سو سے زائد غزلیں شامل ہیں۔رانا محمد حسن خاں صاحب نے مختلف زمینوں میں طبع آزمائی کی ہے۔ردیف قافیے اور عروض کے ساتھ انصاف کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔بیشک یہ ابھی آغاز ہے، میں امید کرتا ہوں اگر رانا صاحب نے جہد مسلسل کو جاری رکھا تو ان کے مزید شعری مجموعے شائع ہو کر اردو زبان سے محبت رکھنے والوں کی علمی پیاس بجھانے کا باعث بنیں گے۔اللہ کرے زور قلم اور زیادہ۔

رانا عبدالرزاق خاں عاصؔی صحرائی۔لندن

10.06.2024

خاکسار محترم رانا محمد حسن خاں صاحب کو ان کے مجموعہ کلام ''فصلِ کنول'' کی اشاعت پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔محترم رانا محمد حسن خاں صاحب خود بھی مہربان پرخلوص اور ہردلعزیز شخصیت ہیں اور آپ کی شاعری میں بھی ہمیں یہی حُسن واحسان نظر آتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اہلِ دانش فصل کنول سے شاداب ہوں گے۔

مبارکؔ صدیقی۔لندن

برادرم محترم رانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کے مجموعہ کلام کی ۹۴ غزلوں نظموں کو میں نے جستہ جستہ پڑھا ہے۔ بہت ہی اعلیٰ کلام ہے۔ ندرت خیال، الفاظ کا بے ساختہ نزول بھی دل آویز ہیں۔میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔

زکریا ورک۔ٹورنٹو۔کینیڈا

محترم رانا محمد حسن خاں صاحب ''فصلِ کنول''، علم وادب کی دنیا میں اضافی دلچسپی کا باعث ہے۔ ماشاءاللہ۔میری طرف سے مبارکباد قبول فرمائیں۔آپ ایک نافع الناس شخصیت ہیں۔ماشاءاللہ۔اللہ تعالی آپ کو سدا خوش اور سلامت رکھے۔آمین۔ **حفظکم اللّٰہ اکبر وکان اللّٰہ معکم ۔ آمین**

نصیر احمد باجوہ۔ہیمبرگ۔جرمنی

مکرم رانا محمد حسن صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دعا ہے کہ آپ بخیر و عافیت ہوں۔شعری مجموعہ مرتب کرنے کی مبارکباد دیتی ہوں نام اور سرورق خوب صورت ہیں۔کلام بھی بہت خوب ہے۔میں شکر گزار ہوں کہ آپ نے پڑھنے کا موقع دیا۔

محترمہ امتہ الباری ناصرؔ صاحبہ۔امریکا

کچھ بتاؤ کیا کروں نادان جی کا
روگ شاید لگ گیا ہے عاشقی کا
اُس حَسِیں کو اِک نظر دیکھا ہے جب سے
رہ گیا ہو کر فقَط اُس کی گلی کا

''عِید ھو جو مَوقَعِ گفتار آئے''

یُوں قرارِ جاں پیامِ یار آئے
گر مُحَبَّت نہ سہی اِنکار آئے

یار اپنا ہے فَقَط یارِ یَگانہ
جانے کب یومِ وِصالِ یار آئے

اِک غمِ فُرقَت سِتَم ڈھاتا رہا ہے
عِید ہو جو مَوقَعِ گُفتار آئے

خاکِ دل رَہ میں بِچھا دوں گا تِرے مَیں
میرے کُوچہ میں جو تُو دِلدار آئے

خود ہمیں رَہ کا پتہ دیتی ہے منزل
جب کبھی رَہ میں کوئی دیوار آئے

بر سرِ پیکار خود یارِ ازل تھا
جب عدو کو ہم فقط للکار آئے

عشق میں تو جرم ہے یہ یاس و شکوہ
گو غموں کی اے حَسَنؔ یلغار آئے

”ہر ذرّہ میں اِک تُو ھی مَستُور دکھائی دیے“

ہر ذرّہ میں اِک تُو ہی مَستُور دکھائی دے
پرتَو سے تِرے ہر گل مغرُور دکھائی دے

دِل میں ہے نِہاں بھی تُو اَنجُم سے ورے بھی تُو
ظُلمَت میں فَقَط تیرا اِک نُور دکھائی دے

اِک تیرا ترَحُّم ہے ہر سُو جو دکھائی دے
گھاٹوں میں قُصُور اپنا مَامُور دکھائی دے

ہر اہلِ نظَر کو تو ہر گُلشَن و وِیرانَہ
اِک تیرے ہی جلووں سے مَعمُور دکھائی دے

لمحات گزرتے ہیں جو تیرے تَصَوُّر میں
مجھ کو تو وہ ہر لَمحَہ اِک حُور دکھائی دے

سَیراب حسؔن کو کر دِیدار کے شَربَت سے
اب ہِجر میں دن لَیلِ دَیجُور دکھائی دے

''میری ساری سُستیاں کافُور کر دے''

میری ساری سُستیاں کافُور کر دے
جَذب و اُلفت سے یہ دِل مَعمُور کر دے

عِشق کا جامِ لَبالَب یُوں پلا
دُوئی کا ہر نقش دِل سے دُور کر دے

اِک تَجَلّی کو ترستا ہوں تِری مَیں
آ ذرا دِل کو مِرے اب طُور کر دے

آرزُوئے دِید کو وہ رنگ دے دے
رُوح کو میری کہ جو مَسرُور کر دے

اپنی جانب ہر گھڑی پرواز دے وہ
عاشقوں میں جو مجھے مذکور کر دے

یُوں لِقاءِ ذات سے مخمُور کر دے
میرے ہر اِک پل کو میری حُور کر دے

کھول دے نیکی بدی کا حُسن و قُبح
میرے دِل کی ظُلمَتوں کو نُور کر دے

عِشق ہو جینا حسن کا اَور مَرنا
حُسن سے اپنے اِسے مَسحُور کر دے

۞

’’گرنے لگا تو تُو نے آ کر مجھے بچایا‘‘

گرنے لگا تو تُو نے آ کر مجھے بچایا
رونے لگا تو تُو نے آ کر مجھے ہنسایا

یا ربّ یہ ناتواں دِل خوابوں سے ڈر گیا تو
خود رَت جگوں میں تُو نے دے لوریاں سلایا

حسرَت کدۂ دُنیا میں چَین میرے دِل کا
کھونے لگا تو تُو نے واپس اِسے دِلایا

تقصِیر و لغزِشوں اور کوتاہیوں سے میری
بگڑی کبھی جو قِسمَت تُو نے اِسے بنایا

ناداں حسنؔ نے پالے جو سانپ آستیں میں
ڈسنے لگے تو تُو نے بڑھ کر اُسے بچایا

"ذرّوں کو مِہر و ماہ بنایا ہے آپؐ نے"

ذرّوں کو مِہر و ماہ بنایا ہے آپؐ نے
بندوں کو اپنے ربّ سے ملایا ہے آپؐ نے

پردوں میں تھے جو اَسرارِ رُوحانی اب تلک
ہر اِک حجاب اُن سے اُٹھایا ہے آپؐ نے

یہ جو بھرا ہوا ہے دِلوں میں ابھی تلک
ذَوقِ یقین وہ بھی دلایا ہے آپؐ نے

اُسلُوبِ زندگی کو بھی قُرآں میں ڈھال کر
زندہ خُدا جہاں کو دکھایا ہے آپؐ نے

مَظہَر بھی صِبغَۃُ اللہ کے آپؐ ہیں اَتَم
یَزداں سے عِشق کرنا سکھایا ہے آپؐ نے

ہر رنگ شِرک کا یُوں تو مِٹّی دیا ملا
کعبہ سے بھی بُتوں کو ہٹایا ہے آپؐ نے

عَورَت کی عَظمَتوں کو بڑھایا ہے آپؐ نے
حَق ہر یَتِیم کو بھی دلایا ہے آپؐ نے

ہر اِک غریب و مُفلِس کو سینے لگا لیا
روتے ہوؤں کو بھی تو ہنسایا ہے آپؐ نے

غَفلَت کی وادیوں میں تھے اِنسان سو رہے
غفلت سے ان کو آ کے جگایا ہے آپؐ نے

اِنسان مال و زر سے ہوئے بے نیاز بھی
راحَت کا راز جب سے بتایا ہے آپؐ نے

بنجَر قلُوب خلقِ خُدا کے جو تھے حسنؔ
پھر لالہ زار اُن کو بنایا ہے آپؐ نے

''مِل گئی پھر خاک میں سب دُشمنوں کی شادمانی''

مِل گئی پھر خاک میں سب دُشمنوں کی شادمانی
جونہی آیا ہے ہمارا یار اور دِلدارِ جانی

جَل گئے ہیں سب عَدُو اور حَسرتیں بھی راکھ ہوئیں
جھولیاں بس ہو گئی ہیں اُن کی اب تو خاک دانی

ہو چکا ہے جب سے دُنیا میں مَسِیحا کا نُزُول
گُلشنِ احمد پہ دیکھو آ گئی پھر سے جوانی

جو نَوِشتوں میں خُدا کے درج تھی بہرِ نوید
آمدِ مَہدی سے پوری ہو گئی اب وہ کہانی

رازِ دیں جو اہلِ عِلم و فَضل سے مخفی رہے سب
کُھل گئے ہیں آج وہ بھی راز و اَسرارِ نِہانی

چودھویں کے چاند سے رَوشَن اُفق جونہی ہوا ہے
شیخ و واعِظ کی عیاں پھر ہو گئی سب لَن تَرانی

کُلبُلائے تھے بہت سب خانقاہوں کے نَقیب
ختم جب ہونے کو آئی اُن کی ساری حکمرانی

ہے اگر جینے کی حَسرَت جیتے جی مرنا تو سِیکھ
مَوت کی حَد سے وَرے ہی ہے حَیاتِ جاوِدانی

’’کس عِشق کا دِل کو صَدمَہ ہے کوئی کیا جانے‘‘

کس عِشق کا دِل کو صَدمَہ ہے کوئی کیا جانے
کیوں ہِجر میں کوئی تڑپا ہے کوئی کیا جانے

جو لُوٹ گیا تھا سارا چَین و قرارِ دِل
کیوں آج مَسیحا بنتا ہے کوئی کیا جانے

ہاں روگ بُرا تو سب ہی عِشق کو کہتے ہیں
اس روگ کا لُطف و حظ کیا ہے کوئی کیا جانے

اُمّید کِرَن بَن دِل میں پُھوٹ نہ پائے تو
کب یاس اَندھیرا بھاگا ہے کوئی کیا جانے

کاندھوں پہ اُٹھائے عرشِ درد کیوں اِک شخص
مُسکان لَبوں پہ رکھتا ہے کوئی کیا جانے

اِنسان حسنؔ یوُں اِترائیں ہیں خُدا بن کر
پر اس کے سِوا سب دھوکا ہے کوئی کیا جانے

''چاہ میں تیری جب مَچلتا ہے''

چاہ میں تیری جب مَچلتا ہے
دِل بڑے زور سے دَھڑَکتا ہے

پیار کا گُل تو کھلتا ہے شَب میں
جس کی خوشبُو سے دن مَہکتا ہے

قلبِ اِنساں تو عرشِ اکبر ہے
پھر گُناہوں سے کیوں بَہلتا ہے

توبَہ ، توبَہ کے بعد پھر توبَہ
لَحظَہ لَحظَہ یہ دِل بدلتا ہے

لَم یزَل حُسن سے لپٹنے کو
اب تو دِل رات دن بِلکتا ہے

''اپنی تنہائی سے مِل کر رو لیتے ہیں''

اپنی تنہائی سے مِل کر رو لیتے ہیں
ہم غُبارِ دِل کو یُوں دھو لیتے ہیں

ہاں تسلّی کو اگر ہوں دو حَرف ہی
نیند تو کچھ چین کی ہم سو لیتے ہیں

ہے غنیمت زِندگی کی اِس دَوڑ میں
ہَم کَلام اُس ذات سے جو ہو لیتے ہیں

روندھ کر ناطے ، وَفا ، جو بھی چلتے ہیں
زِیست کے بستَر پہ کانٹے بو لیتے ہیں

ہے مُکافاتِ عَمَل بھی اِک شئے عَجَب
وَقت کے نیزے سی ظالم کو لیتے ہیں

آہ سے مَظلُوم کی تُو ڈرنا حسؔن
یہ چَراغِ حَق سے ہی تو لَو لیتے ہیں

''تمناؤں کے لاشے اور سَرابوں کا جہاں دیکھا''

تَمناؤں کے لاشے اور سَرابوں کا جہاں دیکھا
ہوئی خُونی سَحَر تو ٹُوٹے خوابوں کا جہاں دیکھا

سجے ہیں مَسنَد و گُلداں سبھی کاغَذ کے پھولوں سے
وَطَن میں خاک آلودہ گُلابوں کا جہاں دیکھا

شُعُور و مَعرِفَت بھی ہے سَعادَت سے مُقدَّر کی
جَہالَت کے دَیاروں میں کِتابوں کا جہاں دیکھا

کوئی ہو اِنقِلابِ نَو گُل و گُلزار کر دے جو
ابھی تک تو جہاں کو ہے عذابوں کا جہاں دیکھا

جمالِ شَیخ و واعِظ کے ہمیں قِصّے سناؤ ہو!
تنا ہم نے تو چہروں پر نَقابوں کا جہاں دیکھا

ہمیں کیا حُور و غِلماں سے تَسلّی دے گا تُو زاہد
کہ ہم نے گرد آلودہ شَبابوں کا جہاں دیکھا

سلام رَسم و راہ کو یاں کہے ہے جُرم گو واعِظ
وہ کل تھا قَصرِ شہ میں تو ثَوابوں کا جہاں دیکھا

بَسَر ہو اب اُسی نُورِ جہاں مَہ رُو کے ہالَہ میں
جن آنکھوں میں حسؔن نے مَاہتابوں کا جہاں دیکھا

’’کوئی بات اب مُعتَبر نہ لگے ھے‘‘

کوئی بات اب مُعتَبَر نہ لگے ہے
کہ اچھی بُری اب خَبَر نہ لگے ہے

بشوقِ سَحَر اب تو فُرقَت زَدوں کو
سِیَہ شب میں اچھا قَمَر نہ لگے ہے

خِزاں کی تباہ کاریاں دیکھ کر اب
بھلا زِیست کا بھی سَفَر نہ لگے ہے

یہ فُرصَت کے دِن اور راتوں میں آخِر
کیوں یہ مَکاں مجھ کو گھر نہ لگے ہے

ہے ملاّں کی اِبلیسی فِطرَت ابھی تک
کہ رَتّی بھر اس میں کَسَر نہ لگے ہے

گِلَہ نہ حسؔن کر ، گِلَہ کے شَجَر میں
مُحبَّت کا کوئی ثَمَر نہ لگے ہے

''دِل میں محبت کے شوالے نہ رہیں''

دِل میں مُحَبَّت کے شِوالے نہ رہیں
تب لَوٹنا کیا جب جَوّالے نہ رہیں

اب یُوں وِصالِ یار ہو کہ یاد پھر
لمحاتِ فُرقَت کے حوالے نہ رہیں

آ یُوں لِپَٹ کہ گرمیٔ جذبات سے
اب اپنے تن من میں یہ پالے نہ رہیں

مُدَّت سے جو پَیوَست ہیں دِل میں مِرے
تیرا مِلَن ہو تو یہ بھالے نہ رہیں

شمسِ مَسیحائی دِکھائی دے گا کیوں
جس کی نِگاہوں میں اُجالے نہ رہیں

اُس کو دُعا دینا نہ عُمرِ خِضر کی
جس کو کہ جِینے کے ہی لالے نہ رہیں

مَظلُوم کی جو آہ لے لیتا ہے پھر
گھر تو کیا اس کے نِوالے نہ رہیں

ایسی ہَوا یا رَبّ زمانے میں چلا
مُردہ دِلوں پر ہیں جو تالے نہ رہیں

اِنساں حَسَنؔ یاں ملتے ہیں ہر وَصف کے
اَحباب میں تیرے رِذالے نہ رہیں

رِذالے: نیچ، کمینے، کم ذات

’’ھیرا سا شخص تھا جو ھم سے جُدا ھوا ھے‘‘

ہیرا سا شخص تھا جو ہم سے جُدا ہوا ہے
پھر ایک پھول صالح حَق پر فِدا ہوا ہے

خوشبُو بکھیرتا تھا اَحمَد کے گُلستاں میں
قُرباں بھی شان سے وہ راہِ خُدا ہوا ہے

حَظِ وِصال پا کر وہ نفسِ مُطمَئنّہ
راضی رضا پہ بھی با حقِ رضا ہوا ہے

پایا ہے کیا مُقدَّر! طالِع ہوا سِکَندَر
چشمِ زَدَن میں پورا عہدِ وَفا ہوا ہے

طاعَت گُزار تھا وہ ، خُوگر بھی تھا وَفا کا
خُوں دے کے گُلستاں کو ہم سے قَضا ہوا ہے

وابَستہ ہیں خِلافَت سے سرفرازیاں سب
کس کو حسؔن خطابِ ہیرا عطا ہوا ہے!

''نَفرَت کے دَر تو ملّاں کھولے ھی جارھے ھیں''

نَفرَت کے دَر تو ملّاں کھولے ہی جارہے ہیں
مسلم کو بھی یہ کافِر بولے ہی جارہے ہیں

شانوں پہ راہبروں کے ہو کے سوار اب تو
اُڑنے کو اَور بھی پَر تولے ہی جا رہے ہیں

ہنستے ہوئے گلوں کے سر سبز گُلستاں میں
کیوں مَوت کے دَریچے کھولے ہی جارہے ہیں

گدلی ہوئی سِیاسَت ان واعِظوں کے صدقے
کیوں زَہر یہ فضَا میں گھولے ہی جا رہے ہیں

جو راہ سے ہٹائیں خَس ، خار اور پتھر
مِٹّی میں لوگ ایسے رولے ہی جارہے ہیں

اب تو شرِیر ایسے شَہروں میں پھر رہے ہیں
جنگل میں جُوں دَرِندی ٹولے ہی جا رہے ہیں

ظُلمَت کی شَب کے جانے کے آثار ہو رہے ہیں
مُرغانِ صُبح کب سے بولے ہی جا رہے ہیں

کیوں دُور ہیں حسؔن یہ شُبّانِ دیس حق سے
کیوں یہ صَداقتوں سے ڈولے ہی جارہے ہیں

شُبّان: جوانان۔جوان لوگ

''کاھے کو کھو اھلِ کَرامات ھیں لوگو''

کاہے کو کہو اہلِ کَرامات ہیں لوگو
بک بک جو کریں اہلِ خُرافات ہیں لوگو

قَبضہ بھی تجاوُز بھی سِیاسَت ہیں مَساجد
بُت خانہ و کَعبَہ تو مَزارات ہیں لوگو

غافِل نہیں خدمتِ شَیطاں سے مُسلماں
اِبلیس کی بھی کرتے مُدارات ہیں لوگو

اِک حَشر بپا ہے کہ یہ اُمَّت ہے نزَع میں
مُلاّؤں کے سارے یہ اِضافات ہیں لوگو

اَجداد پَرَستی ہو یا خُود اپنی ہی پوجا
اَسبابِ اَنا مرگِ مُفاجات ہیں لوگو

کافِر ہے فُلاں اور فُلاں سخت ہے مُرتَد
مُلّا کی یہ اِسلامی مُہِمّات ہیں لوگو

ٹَرّاتے ہیں قِصّوں پہ جو نادان سے واعِظ
بے فَیض و عَمَل مینڈکِ برسات ہیں لوگو

اب سجدۂ توبہ سے ہی اُمَّت سے ٹلیں گے
اَعمال کے سارے جو مُکافات ہیں لوگو

تسکینِ دِل و جان حسنؔ مانگ خُدا سے
مل جائیں تو مَولا کے تحِیّات ہیں لوگو

مرگِ مُفاجات: نا گہانی موت۔اچانک موت

مُکافات: عوض۔بدلہ۔اجر۔پاداش

تحِیّات: سلام۔برکات

''یاد تیری بہت دِل لُبھاتی ہے ماں''

یاد تیری بہت دِل لُبھاتی ہے ماں
تجھ سے دُوری بھی دِل کو رُلاتی ہے ماں

دِل میں اِحساں تیرے زندہ جاوید ہیں
آنکھ میں تُو ہی تو جھلملاتی ہے ماں

قہقہوں محفِلوں میں اُداسی لئے
یاد تیری سَدا جیت جاتی ہے ماں

میرے آنگن کی خوشیاں بہاروں کا رنگ
اِک دُعا ہی تِری سب دِلاتی ہے ماں

وردِ صُبح و مَسا تیرے اَخلاق ہیں
گیت تیرے زَباں گُنگُناتی ہے ماں

تیرے مِلنے کی دِل میں تڑَپ ہے بہت
کب دُعا یہ میری رنگ لاتی ہے ماں

اپنی رَحمَت اور رافت دکھانی ہو گر
رُوپ تیرا ہی قُدرَت دکھاتی ہے ماں

آج بھی آنکھ موندھے جو سوچوں تجُھے
لوریاں دے مجھے تُو سُلاتی ہے ماں

نیند سے تو مجھے اُنس ہے اِس لئے
میرے خوابوں کو بھی تُو سجاتی ہے ماں

دے دُعائیں حسؔن کو تُو بے لوث ہی
تُو تو بے لوث رِشتے نبھاتی ہے ماں

رافت: شفقت، مہربانی، نوازش

میرے مولیٰ!

بگڑے بھی سَنوَرتے ہیں کام ان کی دُعاؤں سے
یا رَبّ! نہ جُدا کرنا ماں باپ کی چھاؤں سے

جن کے ہیں قدَم یا رَبّ! جنّت کے نشاں مُجھ کو
اِن کو بھی وَرے رکھنا تُو گرم ہواؤں سے

''ماں کی گود اور باپ کا سینہ چاھتا ھوں''

ماں کی گود اور باپ کا سینہ چاہتا ہوں
پھر بچپن کا دَور سہانا چاہتا ہوں

ماں دیتی ہے لوریاں گویا ، سوچ کے یہ
راحَت کی کچھ نیند مَیں سونا چاہتا ہوں

تِتلی تھک کر چُور سی ٹانگیں باپ سے ہی
دبوانے کا دَورِ لڑکپنا چاہتا ہوں

رُوٹُھوں سُن کر ڈانٹ ڈپٹ اَبا کی کبھی
ماں کا آ رُوٹھے کو منانا چاہتا ہوں

خواہِش جاگی آج ہے پھر کہ اَبا کی مَیں
اُنگلی تھامے شان سے چلنا چاہتا ہوں

دُھندلائے ہیں ضبط میں اِتنا قلب و نَظَر
کُھل کر ہنسنا پُھوٹ کے رونا چاہتا ہوں

دُنیا کے سب رنگ ہیں اب تو دیکھ لئے
چڑیا گھر پھر سیر کو جانا چاہتا ہوں

دُنیا پڑھ لکھ اور کما کر دیکھ لی ہے
ما قَبل از اسکول زمانہ چاہتا ہوں

دَم لینا دُشوار ہے اب ہر سُو ہے گُھٹَن
چھت پر گھر کی آج مَیں سونا چاہتا ہوں

کھانے میں ہر چیز مُیَسَّر آج ہے پر
پُھلکا ماں کے ہاتھ کا کھانا چاہتا ہوں

بچّوں سے جُوں آج بَہلتا دِل ہے مِرا
باپ اور ماں کے دِل کو لُبھانا چاہتا ہوں

عُمریں گُزریں کُھل کے کبھی رویا ہی نہیں
سَر رکھنے کو پھر کوئی شانہ چاہتا ہوں

سو جائیں گی جاگتی آنکھیں چارہ گرو
سَر بس ماں کی گود میں رکھنا چاہتا ہوں

کتنے سُر اور ساز سُنے پر دھڑکنِ دِل
ماں کی پھر اُس گود میں سُننا چاہتا ہوں

سچ ہے ماضی لَوٹ کے آ سکتا تو نہیں
بس گُزرے لَمحات میں کھونا چاہتا ہوں

رَحمَت یا رَبّ! اُن پہ تِری ہر آن رہے
جن کی میں یادوں میں بَہلنا چاہتا ہوں

جَنّت میں ماں باپ رہیں سب کے ہی حسنؔ
یا رَبّ! بس فَریاد یہ کرنا چاہتا ہوں

دَولَت کی طَمَع رِشتے بھلا دیتی ہے
بچوں سے سزا بھی یہ دِلا دیتی ہے
بھرتا تو پیالہ حِرص کا نہ دیکھا
پر آگ یہ خِرمَن کو جَلا دیتی ہے

خِرمَن: کھلیان۔ غلے کا ڈھیر۔ سوچ۔ گھر بار

’’خِلافَت ھی تو اب صداقَت ھے یارو‘‘

خِلافَت ہی تو اب صَداقَت ہے یارو
خِلافَت سے دُوری حماقَت ہے یارو

خِلافَت نے جو کچھ بھی بخشا ہے ہم کو
ہماری یہ جاں اس کی قِیمَت ہے یارو

جو نِعُمَت ہر اِک اب ہمیں مل رہی ہے
خِلافَت ہی کی تو بَدَولَت ہے یارو

مُعَزّز وہی ہے جہاں میں جو کوئی
خِلافَت کی کرتا اِطاعَت ہے یارو

یہ نُورِ خِلافَت ہی سے تو چھٹے گی
ہر اِک سُو ہی پھیلی جو ظُلمَت ہے یارو

سنو! اب خِلافَت ہی حَبلِ خُدا ہے
پکڑنا اسے ہی سَعادَت ہے یارو

اِطاعت اور اعمالِ صالح کما لو!
خِلافَت سے گر کچھ اِرادت ہے یارو

خِلافَت ہی تسکینِ دِل اور جاں ہے
یہ دُنیا تو بس جائے عبرَت ہے یارو

”وہ آسمانوں سے آنے والا تو آ چکا ہے“

وہ آسمانوں سے آنے والا تو آ چکا ہے
وہ سیدھا رستہ بتانے والا تو آ چکا ہے

سِتَم سبھی کے اُٹھا کے پھر بھی محبتوں کے
سریلے نغمے سُنانے والا تو آ چکا ہے

دِلوں پہ صدیوں سے گرد سی جو جمی ہوئی تھی
وہ گرد آخِر ہٹانے والا تو آ چکا ہے

”اب آسمانوں سے آنے والا کوئی نہیں ہے“
ہے سچ کہ پہلے ہی آنے والا تو آ چکا ہے

فَریبِ دَجّال و مَکرِ باطِل کا خَوف کیسا
عدُو سے دِیں کو بچانے والا تو آ چکا ہے

جو غَفلَتوں کے لِحاف اوڑھے پڑے ہیں سُن لیں
کہ غافِلوں کو جگانے والا تو آ چکا ہے

اے گُمرہی کی اندھیر نگری میں بسنے والو
دِیے ھُدیٰ کے جَلانے والا تو آ چکا ہے

زمانہ رُوحانی مُفلِسی کا تو کٹ چکا ہے
خزائنِ دِیں لُٹانے والا تو آ چکا ہے

حسنؔ جو صدیوں سے مُنتَظَر تھا مَسِیحِ دَوراں
ہاں قادیاں میں وہ آنے والا تو آ چکا ہے

یہ نظم ہندوستان کے مشہور شاعر جناب منظرؔ بھوپالی کی ایک غزل
کے جواب میں کہی گئی تھی۔ ان کی اس غزل کا مَطلَع تھا۔
اب آسمانوں سے آنے والا کوئی نہیں ہے
اُٹھو کہ تم کو جگانے والا کوئی نہیں ہے

''کِھلا جو گُل بھرا زَہر اَور خاروں میں''

خوشی کی لہر و چرچا تھا ہزاروں میں
کِھلا جو گُل بھرا زَہر اَور خاروں میں

عَجَب سا حال تھا فُرقَت زدوں کا بھی
کِھلا گُل تو سبھی تھے جاں نِثاروں میں

جبیں پہ نُور کی وہ کہکَشاں سی تھی
کبھی دیکھی قَمَر میں نہ سِتاروں میں

یہ ساقی کی نَظَر کا ہی کَرِشمَہ تھا
کہ جس نے پی ہوا شامِل میخواروں میں

سبھی چہرے خوشی سے ہو گئے رَوشن
گِنا اس نے سبھی کو جب پیاروں میں

کوئی دستِ مَسِیحا پر جو بَیعَت ہو
وہ رہتا ہے حِفاظَت کے حِصاروں میں

نہ سوئیں جو سَحَر کے عِشق میں اُن کے
قدَم لیتی ہیں کِرنیں مَرغزاروں میں

جنہیں ہے خار پھولوں سے ہمیشہ ہی
وہ لَوٹے ہیں اَنگاروں پر بہاروں میں

بجاتے ہو حسؔن جو سازِ اُلفت تم
وفاداروں کی تم بھی ہو قطاروں میں

آؤ کہ مُحَبَّت کے چَراغُوں کو جَلائیں
پَت جھڑ بھی بہاروں کی ہی صورت میں مَنائیں
آؤ کہ غمِ زیست ہواؤں میں اُڑائیں
ماضی کے جو قِصّے ہیں اِنہیں آگ لگائیں

''غَم و ہَمّ اِنسان کے اِیماں کا ہی تو وزن ہے''

غَم و ہَمّ اِنسان کے اِیماں کا ہی تو وَزن ہے
طَبعِ غافِل پر فَقَط شَیطاں کا ہی تو وَزن ہے

ظلم کل لَوٹا تو کوئی ساتھ نہ دے گا ترا
یاد رکھ ہر جاں پہ اپنی جاں کا ہی تو وَزن ہے

ظُلم سے خَوفِ خُدا گر روک لے تجھ کو تو جان
قَلب پر اِیمان اور اِیقاں کا ہی تو وَزن ہے

فی زمانہ واعِظوں کی فِکر میں اللہ سے
کچھ زیادہ حُور اور غِلماں کا ہی تو وَزن ہے

سُوئے حَق اُٹھتے قَدَم جو روکتا ہے ہو نہ ہو
عیشِ دُنیا میں غرق داماں کا ہی تو وَزن ہے

جو عدَم سے دَہر میں لا کر ہمیشہ ساتھ ہے
اِنسان پر اللہ کے اِحساں کا ہی تو وَزن ہے

خاک ہونا ہی حسؔن ہے راہ کُوئے یار کا
وَصل میں اَشکِ سرِ مِژگاں کا ہی تو وَزن ہے

۞

مِژگاں: پلکیں
عدَم: نیستی۔ نہ ہونا
دَہر: زمین۔ دنیا۔ کائنات

”خواب میں آنا تِرا اور دِل لُبھانا یاد ہے“

خواب میں آنا تِرا اور دِل لُبھانا یاد ہے
ناز سے پہلُو میں بھی اپنے بٹھانا یاد ہے

پاک باطِن رَونَقِ صد اَنجُمن اب تک ہمیں
رُوپِ مریم میں تِرا مَجلِس لگانا یاد ہے

شہر میں آنا مِرے اور تُجھ سے ملنے کو مِرا
شَوق اور فرطِ مُحبَّت سے وہ جانا یاد ہے

ہم کو اب تک تیری وہ ساری مَحافِل یاد ہیں
وہ رُلانا اور وہ ہنسنا ہنسانا یاد ہے

تیری دِل داری بھلا کیسے بُھلائے گا حسنؔ
میرا رونا ، آنکھ کا تیری بھر آنا یاد ہے

اے اھلِ وَطَن!

کس رنگ میں اے اہلِ وَطَن! رَنگ رہے ہو
ہر آن جو جی جھوٹ کے ہی سنگ رہے ہو
کیوں دَہر میں توَقیر نہیں آج تمہاری
کیوں حَقّ و صَداقت سے ہی کر جنگ رہے ہو

''رہے مشقِ سِتَم وہ جو بجھاتے نار نفرت تھے''

رہے مشقِ سِتَم وہ جو بُجھاتے نارِ نفَرت تھے
مگر اب جَل رہے ہیں جو جَلاتے نارِ نفَرت تھے

حِصارِ آگ میں ہیں لوٹتے اہلِ سِتَم سارے
ہوا پھر سچ ''کہاں مرتے تھے پر تُو نے ہیں مارے''

فسادی سب لبادہ مُصلحِیں کا اوڑھے پھرتے ہیں
جَلا کر آگ فِتنوں کی پھر اس میں خُود ہی گِرتے ہیں

کسی کا گھر جَلا کر جو بجاتے شادیانے ہیں
عذابوں کی نظَر میں تو خُود اُن کے آشیانے ہیں

جو نارِ بُو لَہَب ہاتھوں میں لے کر کل تھے اِتراتے
بَدَن اپنے وہ اپنی آگ میں ہیں آج جُھلساتے

جَلا کر آگ نفرت کی یہ گُلشن راکھ کر بیٹھے
یہ مُورکھ تو جہاں میں خاک دِیں کی ساکھ کر بیٹھے

''سُنو عِشق تو کوئی پیشَہ نہیں ہے''

سُنو عِشق تو کوئی پیشَہ نہیں ہے
وہ کیا عِشق گر ساتھ تیشَہ نہیں ہے

جَھلَک خُون دے آنسوؤں میں تو سمجھو
کہ ہے عِشقِ صافی تَماشَہ نہیں ہے

بَظاہِر نَظَر آئے تنہا بھی عاشِق
اکیلا کبھی بھی وہ حاشا نہیں ہے

غَمِ عِشق کی بے خُودِی بھی عَجَب ہے
کہ سُود و زِیاں کا اَندیشَہ نہیں ہے

بہت کیف و مستی ہے مے ناب میں بھی
مگر عشق جیسا تو نشّہ نہیں ہے

سِوا عشق بھی روگ ہیں زندگی کے
مگر کوئی اِس سا ہمیشہ نہیں ہے

ابھی دُور ہے وہ مَقامِ جُنُوں سے
حسَن عشق گر بے تحاشا نہیں ہے

''پیاری بٹیا''

رَس گھولتی رہیں تِری شِیریں بیانیاں
لَب نہ لگیں تِرے کبھی بھی لَن ترانیاں

تُو پیکرِ وَفا رہے با صد خلوصِ دِل
خَلقِ خُدا پہ بھی تِری ہوں مِہربانیاں

ماں باپ کی محبّت و شفقت نصیب ہو
تُجھ پر کبھی نہ ہوں کسی کو بَدگُمانیاں

تُو ہو بہارِ دِیں کا کِھلتا ہوا گلاب
جَنّت میں ہوں نَصِیب نہروں کی رَوانیاں

جھولی بھریں ہمیش ہی تری دُعا کے پھول
آنگن میں رحم و فضل کی ہوں گُلفِشانیاں

مانگے خُدا سے ہے دُعا تیرے لئے حسؔن
تجھ پر سدا رہیں خُدا کی پاسبانیاں

یہ نظم پیاری بٹیا آنسہ گلشن صاحبہ بنت رانا نصر محمود صاحب اَور حنا یاسمین حسن صاحبہ بنت رانا محمد حسن خاں صاحب کی آمین کے موقع پر پڑھی گئی تھی۔

لَن تَرانِی: خودستائی۔تعلّی۔ڈینگیں مارنا۔مبالغہ آمیزی

”بر موقع آمین میمونہ ریاض صاحبہ“

ختمِ قُرآں کی تم کو سَعادَت ملی
دَولَتِ دِین و دُنیا ، اِرادت ملی

عِشقِ مَولا کے سارے ہی گُر اِس میں ہیں
قُرب پانے کو خُوب اِک رِیاضَت ملی

فَیضِ قُرآں ہے بِٹیا! کہ آمین پر
سب اعِزّہ کی تم کو رَفاقَت ملی

ہو مُبارک شناسائی قُرآن سے
علم و عرفان کی اِک حَلاوَت ملی

خوش نصیبی ہے اور نیک بختی ہے یہ
تم کو قُرآن خوانی کی عادَت ملی

رنگ و نکہت ہیں آنگن کے تجھ سے سبھی
تم کو پھولوں سے ایسی شَباہَت ملی

زندگی کے سفر کا حسیں زاد ہے
نیک ماں باپ کی جو قِیادَت ملی

اِس پہ دائم رہو اور قائم سَدا
آج قُرآن کی جو صَداقَت ملی

ہے دُعائے حَسَنؔ کہ سَلامَت رہے
نورِ قرآں سے جو ہے صَباحَت ملی

صَباحَت: خوبصورتی۔ خوبروئی۔

عھد واقفین نَو

سچائی و اَخلاق کو باہَم ہی رکھیں گے
دُنیا پہ بھی دِیں کو تو مُقَدَّم ہی رکھیں گے

ہم یاد میں تیری تو اے اللہ پیارے!
آنکھوں کو تیرے ذِکر میں پُر نَم ہی رکھیں گے

''بر موقع آمین ضحا محمود الحسن صاحبہ بنت رانا محمود الحسن صاحب''

اِیمان خُدا تیرا سلامَت رکھے
اور تیرے سُخن میں بھی حَلاوَت رکھے

قُرآن کے اَنوار سے پُر سینہ رکھے
چہرے پہ تِرے ہر دم ہی صَباحَت رکھے

لہجے میں تِرے جوشِ خطابَت رکھے
ہر قول میں تیرے وہ صَداقَت رکھے

ہمدردیٔ مخلوق بھی دِل میں رکھے
صُورت میں فرِشتوں سی شَباہَت رکھے

وہ تیری خِلافت سے رَفاقت رکھے
تا مرگ وفادارِ خِلافت رکھے

قِسمَت میں وہ پروانۂ جنّت رکھے
ہر دم تجھے پابندِ عِبادَت رکھے

ماں باپ کے دِل کی تجھے راحَت رکھے
ہر ایک ادا تیری سِدھاوَت رکھے

توقیرِ حسَن اور شگفتہ رکھے
اولاد میں اِیماں کی زِیادَت رکھے

❁

سِدھاوَت: سادگی۔سچائی۔راستی۔بھولاپن

زِیادَت: اضافہ۔بڑھانا

نظمیں جو سُنیں تیری تو دِل جُھوم اُٹھا ہے
اور چشمِ تَصَوُّر میں تُجھے چُوم چُکا ہے
مَحمُود چمکتا رہے جگ میں تیرا نام
جاری یہ لَبُوں پر ہے جُوں اِلہام ہوا ہے

''سات ستمبر 1974ء''

مُلوانو یہ تُمہارا یومِ شِکست ہے
جو سات ہے ستمبر یومِ گرِفت ہے

تم بیچتے ہو چُورن ختمِ نبُوّتی
بُوجَہل کی جہاں میں پھر بازگشت ہے

اللہ ، رَسُول و دِیں سے کیا ہو اُسے غرض
جو اپنے پیٹ کی ہی پُوجا میں مَست ہے

اِک دن کا ہے یہ تھیٹر ختمِ نبُوّتی
پھر سال بھر کو ہر اِک دھوکہ پرَست ہے

کیا طائفۂ مُلّاں جوڑے گا دَہر کو!
جو اپنی ذات میں ہی خود لَخت لَخت ہے

سمجھیں گے دِیں کی عظمَت کیا شَیخ جی بھلا
جن کی ہر اِک ادا ہی باطِل سِرشت ہے

خوش رنگ پھول شاخوں پہ چھاؤں میں اَمن ہے
باوَصف اِحمَدِیّت کا ہی درخت ہے

کرتے سبھی پَرَستِش اپنے خُدا کی ہیں
عابِد وہی حسؔن جو اللہ پرست ہے

''آرزوئے وَصل میں تو اب جِیا جاتا نہیں''

آرزوئے وَصل میں تو اب جِیا جاتا نہیں
زَہر اب تو یہ جُدائی کا پِیا جاتا نہیں

سب شِکَستہ ہو گئے دَر اَور دیوارِ بَدَن
سانس بھی اب دوستو سُکھ کا لِیا جاتا نہیں

دیس میں ہیں پھول خاروں کے میاں یُوں جی رہے
زخم کھاتے ہیں نیا پچھلا سِیا جاتا نہیں

آتشِ حَسرَت میں گو برسوں جَلا ہے دِل مگر
تیری حَسرَت کو جُدا دِل سے کِیا جاتا نہیں

عشق میں تیرے سَعی کرتے سدا دھڑکا ہے دِل
کام دِل سے اَور کوئی اب لیا جاتا نہیں

رفتہ رفتہ وقت بھر دیتا ہے زخموں کو حسنؔ
عمر بھر کو درد ہر اِک تو دِیا جاتا نہیں

''عَصرِ حاضِر''

ہُوا اِس دَور میں پانی جسے سب خُون کہتے ہیں
اُسے سب دوست رکھتے ہیں جسے ملعُون کہتے ہیں

ہے جس کا نام اِنساں یہ تو پہچانا نہیں جاتا
بدل اِس کی گئی شائد وہ جس کو جُون کہتے ہیں

پلٹ دیتا ہے پل بھر میں مِزَاجِ حضرتِ اِنسان
حواسوں پر ہوا حاوی جسے اب فُون کہتے ہیں

ہر اِک سَر میں سَمایا ہے جنُوں ایسا کہ جو کوئی
دوا سَودائے سَر کی دے اُسے مجنُون کہتے ہیں

کسے کوئی بتائے کیا یہاں تو ڈھنگ نِرالے ہیں
کہ اپنے آپ کو سب ہی تو اَفلاطُون کہتے ہیں

جو بولی اُس پہ بھاری دے اُسی کے حق میں رہتی ہے
وَطَن میں اِک طوائف ہے جسے قانُون کہتے ہیں

نہیں بچتے ہیں تاج و سَر کبھی بھی عیش و عِشرَت میں
حسؔن اِک جائے عِبرَت ہے جسے رنگُون کہتے ہیں

رنگون شہر برما یعنی میانمار میں واقع ہے۔ ہندوستان کے آخری مغل بادشاہ بہادرشاہ ظفؔر کو نہایت ذلت کے ساتھ انگریزوں نے رنگون جلاوطن کر دیا تھا۔ بہادرشاہ ظفؔر کا مزار اسی شہر میں عیش و عشرت کے دلدادہ حکمرانوں کو یہ باور کرانے کے لیے موجود ہے کہ ان کا انجام دردناک ہوگا۔

”وہ ظالِم تھکا ناں جَفا کرتے کرتے“

وہ ظالِم تھکا ناں جَفا کرتے کرتے
مگر تھک گیا میں وَفا کرتے کرتے

وہ شِکووں کے اَنبار تھا ساتھ لایا
مگر رہ گیا میں گِلہَ کرتے کرتے

مُنافِق نئے دَور کے بھی تو صاحِب
تھکے کب ہیں کارِ رِیا کرتے کرتے

جُھلستے رہیں گے سَدا دُشمنِ حقّ
اُجالوں کا یُوں سامنا کرتے کرتے

مُحَبَّت ملے ہے تو کیسے ملے ہے
ہوئے بُوڑھے ہم تَجرِبَہ کرتے کرتے

وہ بہتر ہیں جو رازِ حق پا گئے ہیں
مُحَبَّت کا طے مَرحَلہ کرتے کرتے

حسؔن عَرش کو بھی ہلا دیں گے آخِر
جو آنسو بہیں گے دُعا کرتے کرتے

''وفا کا دَم کبھی بھرتے بہت ہیں''

وَفا کا دَم کبھی بھرتے بہت ہیں
عداوَت کی بھی حَد کرتے بہت ہیں

کبھی خاموش لوگوں کو بھی سُن لو
نہ کہنے میں بھی جو کہتے بہت ہیں

وَطَن میں واعِظوں کے غول سارے
عَمَل بِن وَعظ کو جَھپتے بہت ہیں

مُسلَّط جب سے ہیں مِحراب و مِنبَر
چَمَن میں پھول مُرجھاتے بہت ہیں

ہیں وہ اِظہارِ اُلفت میں بھی ماہر
دِلوں میں بُغض جو رکھتے بہت ہیں

عجب رُخ ہے یہ اُن کی دِل لگی کا
جدا ہو کے وہ خوش رہتے بہت ہیں

حسنؔ اُن کے لئے دِل سے دُعا کر
وہ اِنساں جو الم سہتے بہت ہیں

اے اھلِ وَطَن!

کس رنگ میں اے اہلِ وَطَن! رَنگ رہے ہو
ہر آن جو جی جھوٹ کے ہی سنگ رہے ہو
کیوں دَہر میں توَقیر نہیں آج تمہاری
کیوں حَقّ و صَداقت سے ہی کر جنگ رہے ہو

''بھیڑ ہر سُو ہے مگر پھر بھی ہے تَنہائی بہت''

بھیڑ ہر سُو ہے مگر پھر بھی ہے تَنہائی بہت
کھوج میں اِک یار کی ملتے ہیں ہرجائی بہت

نفرتوں کے ہی آلاوٴ نُور کہلانے لگے
اَب مَذاہِب میں ہیں فنکار و تماشائی بہت

کس قدر مدّھم ہے نُورِ آفتابِ دیں ہوا
دُھند ہے لادینیت کی چار سُو چھائی بہت

غیر نے گر لکھ لیا دیوار پر اللہ کبھی
شیخ نے کی اس پہ بھی ہنگامہ آرائی بہت

گنبد و محراب جب بھی غیر مسلک کے گرے
شیخ سمجھا دین کی ہے صحّت افزائی بہت

مسجدوں سے خوف کھاتی ہے خدائی اس لئے
شیخ کی شیطان سے اب ہے شناسائی بہت

آب دے عشقِ حقیقی کی تُو اپنے فضل سے
جذب سے عاری دِلوں پر ہے جمی کائی بہت

اے حَسنؔ خاموش! حق گوئی سے کیا حاصِل یہاں
ظلم و اِستِبداد کی ہے یاں پذیرائی بہت

آب دے: چمک دے۔عزت دے۔فیض دے۔خوبی دے

اِستِبداد: ضد۔ہٹ دھرمی۔زبردستی۔آمریت

''اِک شانِ دیدنی سے اِذنِ اَذاں ہے پھر سے ''

سبحان من یّرانی ، سبحان من یّرانی
اِک شانِ دِیدنی سے اِذنِ اَذاں ہے پھر سے
سُبحان تیری قُدرَت! وردِ زباں ہے پھر سے
ظلمَت کدوں میں آخر حق ضَو فِشاں ہے پھر سے
مَسرُور کے جلَو میں یاں کہکشاں ہے پھر سے
بیت الفتوح مسجد عظمت نشاں ہے پھر سے

سبحان من یّرانی ، سبحان من یّرانی
تعمیرِ نَو سے تیرا گھر پھر ہے جگمگایا
تیرے مسیح کا ہی مصرع ہے لب پہ آیا
''صد شکر ہے خدایا ، صد شکر ہے خدایا''
محوِ ثَنا ہِگروہِ قدّوسیاں ہے پھر سے
بیت الفتوح مسجد عظمت نشاں ہے پھر سے

سبحان من یّرانی ، سبحان من یّرانی

سبحان من یّرانی ، سبحان من یّرانی

یَورپ ہوا ہے پُورَب اِسلام کی سحر کا
لہرائے گا جہاں میں پرچم یہی ظفر کا
تیری عطا سے ہے سب ، کب کام ہے بشر کا
باطل کے دل پہ گرتی برقِ تپاں ہے پھر سے
بیت الفتوح مسجد عظمت نشاں ہے پھر سے

سبحان من یّرانی ، سبحان من یّرانی

''اُجلے چہرے ، مَن ہیں کالے''

اُجلے چہرے ، مَن ہیں کالے
قَوم نے ہیں کچھ سانپ جو پالے

حَق عَورَت کو وہ کیا دیں گے
دم ملّا کا بھرنے والے

بَد باطِن کیوں چُھپ پائیں گے
سب ہیں قَوم کے دیکھے بھالے

قَوم تماشا دیکھ رہی ہے
بِک گئے کیسے ہیں رکھوالے

مَذہَب دھندا زوروں پر ہے
کُفر نے دِل میں تانے جالے

گھر ہیں سارے گور اَندھیرے
اَیوانوں میں خُوب اُجالے

خُشک و زرد ہیں پھول اور پتّے
زاغ و زَغَن نے ڈیرے ڈالے

تھا دستور حسؔن جو اُلٹا
اُلٹے پڑ گئے ہیں سب چالے

''ھر اَیٹَم یه دُھائی دے رھا ھے''

ہر اَیٹَم یہ دُہائی دے رہا ہے
وہ ہر جا آشنائی دے رہا ہے

فِیوژَن جَوہَری وہ ہی عمل ہے
جہاں جس سے دِکھائی دے رہا ہے

خُدا نے اُن کو نِعمَت دی ہے جن کو
جہاں طَعنِ سَودائی دے رہا ہے

جو سُورَج مَر گئے تھے ملکی وے میں
ہر اِک سُورَج دِکھائی دے رہا ہے

وہ غُل جو تھا خامُشی نے مَچایا
ابھی تک تو سُنائی دے رہا ہے

جو دن میں بھی نہ دیتا تھا دِکھائی
وہ ظُلمَت میں سُجھائی دے رہا ہے

''سَلِیقَہ مُحَبَّت کا مجھ کو نہ آیا''

سَلِیقَہ محبّت کا مجھ کو نہ آیا
مِرا ہو کے آخِر رہا وہ پرایا

ہے بیگانہ کَون اور ہے کَون اپنا
تھا نادان دِل کہ سمجھ ہی نہ پایا

رَقِیب اپنے ہی شِعر لگنے لگے ہیں
غزَل کو مِری اُس نے یوُں گُنگُنایا

نہ میں جان پایا ، نہ وہ جان پایا
یہ قِصّہ جہاں کو تھا کس نے سُنایا

اِجازَت ہو کہہ لُوں اُسے راحتِ دِل
اے دِل جس نے تجھ کو بہت ہے رُلایا

بہت ہیں حَسِینانِ عالَم جہاں میں
فَقَط ایک ہی اپنے دِل کو ہے بھایا

حَسّن ہو فِدائے مَسِیحا بصد جاں
وہ جس نے تُجھے لَم یَزَل سے مِلایا

’’اُس زُلف کے جو بھی اَسِیر ہوتے ہیں‘‘

اُس زُلف کے جو بھی اَسِیر ہوتے ہیں
تعزِیر کے لائق فقِیر ہوتے ہیں

تسکِیں غُلامی ہو تو قوم میں پیدا
کم ذی خِرَد ، جاہل کثِیر ہوتے ہیں

ہوں نفس کے قیدی یا خُود پسندی کے
یہ سب تہی دامَن سے پیر ہوتے ہیں

بچ کے ذرا ! زاہد سے ، شیخ سے ، جن کے
تَرکش میں بس زَہرِیلے تیر ہوتے ہیں

ہو نام عِلم و فَن جہاں جَہالَت کا
وہ دیس تو جنگل نَظِیر ہوتے ہیں

کیا صاحبِ ثَروَت کو ڈر ، پہ مُفلِس کے
کاندھوں پہ تو مُنکَر نَکِیر ہوتے ہیں

وہ ہونٹ گر کھولیں تو پھول جَھڑتے ہیں
جو پاک دِل ، رَوشن ضَمِیر ہوتے ہیں

اِن کا حَسَن آخِر حِساب دینا ہے
یہ حَرف جو گرچہ لَکِیر ہوتے ہیں

”وَفا تو کیجیے مگر دَغا نہ کیجیے“

وَفا تو کیجیے مگر دَغَا نہ کیجیے
جفاءِ یار سہہ کے بھی جفا نہ کیجیے

بھلا ہی کیجیے کبھی بُرا نہ کیجیے
بُرا کہے اگر کوئی گِلَہ نہ کیجیے

سَدا رہو تُم آشنا حدیثِ صِدق سے
دَروغ گو کو آپ تو سُنا نہ کیجیے

نصیبِ قلبِ پاک ہے نزُولِ ذاتِ پاک
کدُورَتوں سے تم اُسے خفا نہ کیجیے

دجّال کا دَور ہے ذرا قدَم سنبھال کر
ہر اِک پہ راز کو یہاں عَیاں نہ کیجیے

جُنُونِ خُود پسندی ہے تباہ کُن بہت
بلَند اتنی تم کبھی اَنا نہ کیجیے

چَراغ ٹمٹما رہے ہیں کِذب کے سبھی
نُورِ صِدق خُود سے تم جُدا نہ کیجیے

دُعا حسنؔ کی ہے رہو سَدا ہی صُلح جُو
کسی کا جینا تُم کبھی سَزا نہ کیجیے

۞

''مُجھ کو جب اُس سے کوئی بھی مَسئَلہ نہیں ہے''

مجھ کو جب اُس سے کوئی بھی مَسئَلہ نہیں ہے
اُس کو بُرا کہوں مَیں یہ حَوصَلہ نہیں ہے

مُدَّت سے رہ رہا ہے جو شخص میرے دِل میں
مُدَّت ہوئی ہے اُس سے بھی رابِطَہ نہیں ہے

ہاں عِشق میں تِرے جو جاں سے گُزر گئے ہیں
درپیش اُن کو کوئی اب مَرحَلَہ نہیں ہے

مَنزِل کا اپنی جس کو خُود ہی نہیں تَعَیُّن
با وَصف ہو پہ لیکن وہ رَہنُما نہیں ہے

جو پہلے بولتا تھا وہ اب بھی بولتا ہے
کاذِب یہ کہہ رہے ہیں وہ بولتا نہیں ہے

اِک قرض کی ہے صُورَت یہ زندگی سبھی پر
اِس بات کو حَسَنؔ تُو کیوں سوچتا نہیں ہے

''ہُوا دیکھو ہے کیا سے کیا مِرا یہ دیس پاکستان''

ہُوا دیکھو ہے کیا سے کیا مِرا یہ دیس پاکستان
چَمن تھا اب ہوا صَحرا مِرا یہ دیس پاکستان

یہ پَت جھڑ تو بدلتے مَوسَموں کی ایک چھایا ہے
مگر کیوں گھر ہوا اِس کا مِرا یہ دیس پاکستان

لُٹیروں کے تَسلُّط میں سَدا ہیں جشنِ آزادی
ہوا آزاد ہی کب تھا مِرا یہ دیس پاکستان

نزُولِ صُبحِ تازہ کو شبِ دَیجُور روکے ہے
عَنادِ ضَو نے ہے کھایا مِرا یہ دیس پاکستان

تَعَفُّن سے اِنھیں اُلفت عداوَت بھی ہے خوشبُو سے
ہوا کب با مُسَمّٰی تھا مِرا یہ دیس پاکستان

خودی کے فلسفوں نے ہے ڈبویا قَوم کو ساری
وَفا اور عِشق کو ترسا مِرا یہ دیس پاکستان

مِرے مالِک کوئی فصلِ کنوَل اس میں کھِلا دے تُو
ہوا کیچڑ زدہ سارا مِرا یہ دیس پاکستان

برس اے آسماں اب تُو گُل و گُلزار کر دے سب
ہوا ہے نیم مُردَہ سا مِرا یہ دیس پاکستان

حسؔن صد حَیف مُردہ دِل ہوئے ہیں ہم وطن کیسے
ہے بُو جَہلوں کا گہوارَہ مِرا یہ دیس پاکستان

''مَیں خوابِ یار میں ہوں جگاتے ہو کیوں مجھے''

مَیں خوابِ یار میں ہوں جَگاتے ہو کیوں مجھے
نشے میں عِشق کے ہوں سَتاتے ہو کیوں مجھے

بے جان لاشہ تم تو بنا ہی چکے مجھے
اے قاتِلو! چِتا میں جَلاتے ہو کیوں مجھے

جب مُردہ خانوں میں ہی یہ اِیوان ڈھل چکے
پھِر تم بھلا یہ راہ دِکھاتے ہو کیوں مجھے

ویرانی و تباہی ہے جن کا نصیب بس
تم ایسے راستوں پہ بُلاتے ہو کیوں مجھے

اے شَیخ! فیض جس سے نہ تجھ کو ملا کبھی
وہ داستان و وَعظ سُناتے ہو کیوں مجھے

''بَر اُفق ضوءِ سَحَر کیونکر نہیں چھاتی ہے اب''

بَر اُفُق ضَوءِ سَحَر کیونکر نہیں چھاتی ہے اب
کیوں شبِ دَیجور اپنے گھر نہیں جاتی ہے اب

صورتِ حرفِ غَلَط قُدرَت مِٹا دے گی اُسے
جانبِ بر قَوم جو خُود کو نہیں لاتی ہے اب

جو صُعُوبَت اَور مُشقَّت سے نہیں تھے آشنا
فصلِ گُل کو قَوم وہ اِک آنکھ نہ بھاتی ہے اب

رَہنُما مردِ خُدا جس قَوم کو حاصِل نہیں
نشأۃِ ثانی کے بس وہ خواب دُہراتی ہے اب

جو اِمامِ وقت سے بَیعَت ہوئے طاعَت شِعار
نارِ اِبلیسی کہاں اُن کو جَلا پاتی ہے اب

رکھ خدا پر ہی توکُّل ہر بھلائی اس میں ہے
لَو لگا کے دیکھ کب دُنیا تجھے بھاتی ہے اب

آس اپنی کا دِیا بجھنے نہ دینا اے حسؔن
کامیابی دیکھنا تجھ سے کہاں جاتی ہے اب

جانبِ بِر: نیکی، صدق، راستی کی جانب

’’لو اب تو لوگوں میں اُلفَت کی غُربَت بھی دکھائی دے‘‘

لو اب تو لوگوں میں اُلفت کی غُربَت بھی دکھائی دے
محبّت کے ہی در پردہ عداوَت بھی دکھائی دے

لِسانی ، مَذہَبی جھگڑوں نے ذِلّت میں دھکیلا ہے
یہ جھگڑے ختم ہو جائیں تو حَشمَت بھی دکھائی دے

لبِ زاہد پہ اللہ ہے تو دِل میں کُفر پیوَستہ
نِفاقِ دِل نکل جائے تو جَنّت بھی دکھائی دے

کیوں طَوقِ غُلامی کی زیبائش ہی نَظَر میں ہے
غُلامی سے جو نکلو تو سِیادَت بھی دکھائی دے

نہیں قَوموں کی قِسمت میں گدائی سے بڑی ذِلّت
یہ لعنت ختم ہو جائے تو شَوکَت بھی دکھائی دے

بناوٹ سے محبّت میں نہیں ہے چاشنی آتی
جو جذبوں میں صداقَت ہو حلاوَت بھی دکھائی دے

حسؔن سورج تو رَوشن ہے مگر واعِظ کی آنکھوں سے
اُٹھیں غفلَت کے پردے تو صداقَت بھی دکھائی دے

’’قِصّہ ءِ غَم سُن کے دِل پر مِہربانی کیجیئے‘‘

قصہءِ غم سُن کے دِل پر مِہربانی کیجیئے
مُسکرا کر میرے غم پہ گُلفِشانی کیجیئے

رُوٹھنا گو حُسن کی ہے اِک اداءِ ناز پر
مان کر اس دِل کی اب کچھ قدر دانی کیجیئے

اب نبھانی ہی پڑے گی عاشقی کی رَسم یا
ختم اپنے دَر پہ بِسمِل کی کہانی کیجیئے

میرے ہر غم کا مُداوا اے مری جاں ہو تمھی
قُم بِاذنی یا کہ مرگِ ناگہانی کیجیئے

کیا بھروسہ عُمر کا ہے آ لِپٹ جاؤ ذرا
اپنے وعدوں کی کوئی تو پاسبانی کیجیئے

اے مِرے ابرِ کرم مجھ پر برس جاؤ ناں اب
دِل کے صَحرا کو مِرے اب سیرِ پانی کیجیئے

”تُم میں پہلے سی وہ اب بات نہیں“

تُم میں پہلے سی وہ اب بات نہیں
ملتے ہو گرمئی جذبات نہیں

آنا جانا ترا مَوقُوف ہوا
جھیلے کیا کیا ہیں سوالات نہیں

رُوٹھے ہو جان تو شِکوہ تو کرو
جاں نہ دوں ایسے بھی حالات نہیں

جان فَرسا ہے ترا غم پہ تری
یاد سے خالی کوئی رات نہیں

بازی یہ عِشق کی بازی ہے حسؔن
گر اِسے ہار بھی دو مات نہیں

”آئی جو ہِجر کی شب میں تھوڑا ڈر گیا ہوں“

آئی جو ہِجر کی شب میں تھوڑا ڈَر گیا ہوں
زندہ تو ہوں پر اندر سے تھوڑا مَر گیا ہوں

شوقِ وِصال میں اے جانِ جہانِ فانی
حالِ خراب میں بھی تھوڑا سَنوَر گیا ہوں

رازوں کو مجھ پہ کچھ تو کرنے لگا ہے اِفشا
اب گہرے بَحر میں بھی تھوڑا اُتر گیا ہوں

جی مُسکرایا تو تھا وہ دیکھ کے مجھی کو
اُلفت میں نام پیدا میں تھوڑا کر گیا ہوں

مقصود تو ہے تُو ہی کچھ اَور تو نہیں گو
تھوڑا اِدھر کو اور ہاں تھوڑا اُدھر گیا ہوں

دُنیا تو بس وِصال و فُرقت کا نام ہی ہے
مَیں کھا کے ٹھوکریں اب تھوڑا سُدھر گیا ہوں

مَظلُوموں کی شِکَستَہ حالی کو دیکھ کر مَیں
گرچہ مَرا نہیں ہوں تھوڑا بِکَھر گیا ہوں

اُس پار مَیں اُتر کر کہہ دوں ترے کرم سے
میں پُل صِراط سے بھی آخِر گُزر گیا ہوں

سچ تھا کہ بے وفا سے اُلفت بہت تھی مجھ کو
لوگوں کے سامنے گو تھوڑا مُکَر گیا ہوں

پھر اِس طرح سے اُس کی یادوں نے ہے جَھنجُھوڑا
مَیں تیز چلتے چلتے تھوڑا ٹھہر گیا ہوں

''کتنا جِیوں گا یہ بھی بتا ہی گئے ہیں لوگ''

کتنا جِیوں گا یہ بھی بتا ہی گئے ہیں لوگ
جو دِل میں تھا بھرا وہ سنا ہی گئے ہیں لوگ

بے اِختیار کا کوئی نہ حال پوچھے ہے
آنکھیں تبھی تو مجھ سے چُرا ہی گئے ہیں لوگ

مجھ پہ کبھی جو اُن کی رہیں مہربانیاں
لمحوں میں آج وہ بھی جتا ہی گئے ہیں لوگ

ہم صاحبِ فراش جو دو چار دن ہوئے
نیّت ثواب میں بھی ستا ہی گئے ہیں لوگ

بچنا بھی اب محال ترا ہو گیا میاں
باتوں میں یہ یقیں بھی دِلا ہی گئے ہیں لوگ

''دیکھتے ھی دیکھتے حالات کیا ھیں ھو گئے ''

دیکھتے ہی دیکھتے حالات کیا ہیں ہو گئے
غَیر تو جی غَیر تھے اپنے سَزا ہیں ہو گئے

لوگ میرے بُھوک سے ہی مَر رہے ہیں دیس میں
وہ نجانے میں گُناہوں کی جزا ہیں ہو گئے

جو بھی بویا ہو وہی تو کاٹتی ہر قَوم ہے
چور ڈاکُو ہی تمہارے رَہنُما ہیں ہو گئے

وقت کیسا ہے کڑا لوگوں پہ میرے دیس کے
جِیتے جی کچھ مَر گئے اور کچھ فَنا ہیں ہو گئے

لُوٹ لو ، مارو ، جلا دو ، سُن رہے ہیں روز و شب
اُف! خُدا کے بندے گویا اب خُدا ہیں ہو گئے

''وہ خُوب ہیں جو اُلجھی گرہوں کو کھولتے ہیں''

وہ خُوب ہیں جو اُلجھی گرہوں کو کھولتے ہیں
بَد بَخت ہیں جو شرفِ اِنساں کو رولتے ہیں

لازِم سِتَم گروں کو آخِر ہے خاک ہونا
ظالِم عَبَث ہی دیکھو پَر اپنے تولتے ہیں

غم اور خوشی میں جُھولے ہے یُوں حیات اپنی
جیسے کہ بچّے ساون میں جُھولا جھولتے ہیں

ہوتے ہیں لوگ تنہا جو بھی بھرے گھروں میں
سُنتے ہیں سب کو لیکن خُود کب وہ بولتے ہیں

یہ چلتے پھرتے لاشے فِطرَت ہے مَسخ جن کی
اپنی رَگوں میں نفرَت کا زَہر گھولتے ہیں

فُرصَت رہی نہ لوگوں کو اپنوں کو جان پائیں
دِل اور قدَم کیوں اُن کے چلنے میں ڈولتے ہیں

جِینا بھی کیا ہے جِینا اُن کا حسؔن جہاں میں
رَوشَن گھروں میں بھی جو رَستہ ٹٹولتے ہیں

’’سُنو بوڑھے کو تھوڑا وقت بھی درکار ہوتا ہے‘‘

سُنو بُوڑھے کو تھوڑا وقت بھی دَرکار ہوتا ہے
وہ بیماری و تنہائی سے جب دوچار ہوتا ہے

سُنو ان کے لیے جلدی ہی لَوٹ آیا کرو گھر کو
کہ بُوڑھوں کی شِفا بچوں کا ہی دِیدار ہوتا ہے

اُٹھا کر جو گھماتا تھا تجھے اپنی جوانی میں
اُسے چلنے میں اب بازو ترا درکار ہوتا ہے

کبھی اُف تک کہو نہ دِل کبھی اِن کا دُکھاؤ تم
کہ اِن بُوڑھے دِلوں میں تو تمہارا پیار ہوتا ہے

رضا ان کی تو زینہ ہے رضائے رَبّ رحماں کا
دُعا ماں باپ کی جو لے وہی اَبرار ہوتا ہے

سنو بُوڑھا دوا ، خوراک کا ہی تو نہیں طالِب
مُحَبّت اور دِلداری کا بھی حقدار ہوتا ہے

بہاروں کا سماں ماں باپ سے ہی تو وابَستہ ہے
اِنہیں سے گھر کا گُلشن تو گُل و گُلزار ہوتا ہے

اگر یہ سایۂِ اَشجار چِھن جائے کوئی دن تو
بہت اُجڑا و سُونا سا دِل و پروار ہوتا ہے

سنبھالے جی سنبھلتا ہی نہیں ذکرِ خِزاں پر تو
کہوں کیا تیر کیسا ہے جو دِل کے پار ہوتا ہے

وفاداری و دِلداری نہیں ماں باپ سے جس کو
حسنؔ اُس کا تو بس شیطان ہی دِلدار ہوتا ہے

''فون''

اُنہیں ہم بیٹھ کر بس تکتے رہتے ہیں
موبائل کو ہی وہ مَس کرتے رہتے ہیں

موبائل فون میں کیسا دَجل ہے کہ
مَعانی قُرب و دُوری پھرتے رہتے ہیں

موبائل فون کی ہی مہربانی ہے
کہ تنہائی سے بچّے لڑتے رہتے ہیں

بڑے بُوڑھے سبھی اب تو موبائل سے
مزاح و دِل لگی ہی کرتے رہتے ہیں

ابھی تو رات دن ہر جا ہی فونوں سے
بہت ہی بے سُرے سُر اُٹھتے رہتے ہیں

تمیزِ فارِغ و مَصرُوف کے بِن ہی
موبائل رات دن بس بَجتے رہتے ہیں

فِراقِ یار میں جو چاند تکتے تھے
وہ عاشِق فون ہی اب تکتے رہتے ہیں

رہا کھانوں میں نہ اب ذائقہ باقی
دھیاں فونوں سے جو اب بٹتے رہتے ہیں

حسد کینہ تو انسانوں کا سُن سُن کے
موبائل کے بھی پَر اب جلتے رہتے ہیں

کہیں ہے اِنتظارِ فون شدت سے
بہت سے فون تو بس کٹتے رہتے ہیں

بجے نہ فون تب بھی اور بجے تب بھی
کئی اندیشے ہیں جو ڈَستے رہتے ہیں

حسنؔ نُکتہ وری چھوڑو کہ فونوں سے
دِلوں میں پھول بھی تو کھلتے رہتے ہیں

''عِشق کی جو ڈگر جاتے ھیں''

عِشق کی جو ڈَگر جاتے ہیں
مَوت سے پہلے مَر جاتے ہیں

اب تو رَہبَر بھی جاتے جاتے
قَوم کنگال کر جاتے ہیں

یاد آئے مجھے گھر مِرا
جب طُیُور اپنے گھر جاتے ہیں

ہاں بُرا وقت جب آئے تو
رِشتے سب ہی بِکَھر جاتے ہیں

ہر طرف تُو نظر آئے ہے
غَم بُھلانے جِدھر جاتے ہیں

ایسے پھولوں کے کیا کہنے ہیں
جو خِزاں میں نِکھر جاتے ہیں

پتّے جھڑتے خِزاں میں ہیں پر
پھل سبھی رس سے بھر جاتے ہیں

گو نَشے میں ہیں تبدیلی کے
چڑھ کے دریا اُتر جاتے ہیں

یار کر دے نظَر کا کَرَم
پھر مُقدّر سَنوَر جاتے ہیں

''جو اچھے دن تھے گزر گئے ہیں''

جو اچھے دِن تھے گُزر گئے ہیں
وہ مالا موتی بِکھر گئے ہیں

لگا ہے تنہائی سے ہی دِل تو
جب سے جانِ جِگَر گئے ہیں

جو بیچ رَستے جُدا ہوئے تھے
وہ دِل سے میرے اُتر گئے ہیں

ہے جُھوٹ اَپنوں سے زخم کھا کر
کوئی جو کہہ دے کہ بَھر گئے ہیں

یہ گھر نہیں بس مکان ہے اب
مَکِین ہِجرَت جو کر گئے ہیں

وہ گھر میں بیٹوں کے میہماں ہیں
جو ضُعفِ پِیری میں گِھر گئے ہیں

حسؔن دُعاؤں میں زندہ رکھنا
جو شب کے ڈسنے سے مَر گئے ہیں

”یہ عائزہ ھم کو تو جی جاں سے پیاری ھے“

یہ عائزہ ہم کو تو جی جاں سے پیاری ہے
ہاں! چاند سی یہ گُڑیا تو راج دُلاری ہے

اے راحتِ جاں! تم کو ڈھیروں ہی مبارک ہو
یہ سالگِرَہ کی جو تقرِیب تُمھاری ہے

تُو عُمرِ خِضر پائے اور فَوزِ مُبیں ہر پل
مَولا کے حُضُور اپنی یہ عرض گُزاری ہے

ننھی سی کلی ہے تُو اِس میرے گُلستاں کی
ہر بُوٹا و گُل جس پر جی جان سے واری ہے

اللہ تُجھے شَر سے ہر آن بچا رکھے
دن رات دُعا تیرے حَق میں یہ ہماری ہے

یہ عِلم و عَمَل میں ہو با برگ و ثَمَر یا رَبّ !
تیرے ہی حُضُور اپنی ہر لمحہ یہ زاری ہے

جی عائزہ نانا کے لاڈوں میں پلی ہے یُوں
نانا بھی حسؔن اِس کا اور یاری کی یاری ہے

بِٹیا رانی!

''اسے بر موقع شادی خانہ آبادی حنا یاسمین اور افشاں افضل پڑھا گیا تھا''

کرنے رخصت سبھی اقربا آئے ہیں
بِٹیا رانی کو دینے دُعا آئے ہیں

تیرے گجروں کی کلیاں مہکتی رہیں
تیرے آنگن میں خوشیاں برستی رہیں
پھول بھی تجھ پہ ہونے فدا آئے ہیں
کرنے رخصت سبھی اَقرِبا آئے ہیں
بِٹیا رانی کو دینے دُعا آئے ہیں

تم عبادت کرو پُر مُسرت رہو
جان میری سدا تُم سلامَت رہو
دادی دادا یہ کرنے صدا آئے ہیں
کرنے رخصت سبھی اَقرِبا آئے ہیں
بِٹیا رانی کو دینے دُعا آئے ہیں

مولا ہر ایک شَر سے بچائے تجھے
آنچ گَردِ سفر سے نہ آئے تجھے
نانا نانی لئے اِلتجا آئے ہیں
کرنے رخصت سبھی اَقرِبا آئے ہیں
بِٹیا رانی کو دینے دُعا آئے ہیں

آئے ننھیال بھی آج بَن سَج کے ہیں
اور ددھیال بھی آئے سج دھج کے ہیں
فرضِ اُلفت یہ کرنے ادا آئے ہیں
کرنے رخصت سبھی اَقرِبا آئے ہیں
بِٹیا رانی کو دینے دُعا آئے ہیں

ماں مچلنے لگی ہے سنبھالو ذرا
آنکھ کیوں بھر نہ آئے بتاؤ ذرا
لمحے جاں کو یوں کرنے جُدا آئے ہیں
کرنے رخصت سبھی اَقرِبا آئے ہیں
بِٹیا رانی کو دینے دُعا آئے ہیں

چاند بن کے مُقدّر چمکتا رہے
رَنگ پھولوں کا گالوں پہ کِھلتا رہے
لے کے حرفِ دُعا دِل کُشا آئے ہیں
کرنے رخصت سبھی اَقرِبا آئے ہیں
بِٹیا رانی کو دینے دُعا آئے ہیں

''اپنے لُطف و کَرَم کو بچا لیجیے''

اپنے لُطف و کَرَم کو بچا لیجیے
کر کے ترکِ تَعلُّق ستا لیجے

بیخودی میکدے میں بھی گر جُرم ہے
آپ اپنی نظر کو ہٹا لیجیے

دِل کی حالت رَفُو سے سِوا ہے ابھی
آپ اپنی دُکاں بھی بڑھا لیجیے

گر طبیعت پشیمان نفرت پہ ہو
آپ وقتِ نزَع بھی بُلا لیجیے

دردِ فُرقَت یا داغِ جُدائی ملے
ہم بھی واقِف ہیں ہم سے دُعا لیجیے

کوچۂ عِشق میں دِل کو ہارے ہوئے
آؤ کچھ ہم سے بھی مشورہ لیجیے

''محبّت جن کو ہو جائے غُلامی سے''

محبّت جن کو ہو جائے غُلامی سے
اُنہیں بس ہے عداوَت نیک نامی سے

یہ مُورکھ حُکمراں بھی کب سمجھتے ہیں
کہ قَومیں کب سنبھلتی ہیں خِرامی سے

جو عاری خُلقِ اِنساں سے ہی ہو جائیں
اُنہیں رہتی ہے رغبَت بَد کلامی سے

رہے جو مُطمَئِن جبرِ فَراعین سے
حَذَر! ایسی جَہالَت کی سُنامی سے

جہاں جاہِل رؤسا قوَم چُنتی ہے
جَہالت واں بڑھے ہے تیز گامی سے

ابھی یہ شیخ کیا کیا گُل کھلائے گا
بچا لے اے خُدا! شیطاں کے حامی سے

حسؔن مل شَہریارِ بزمِ دَوراں سے
کرے ہے شاد دِل شیریں کلامی سے

''مُحَبَّت دوست مُجھ سے تو جتاتے بھی بہت ہیں''

مُحَبَّت دوست مُجھ سے تو جتاتے بھی بہت ہیں
عَدُو سے وہ مِرے مِلتے مِلاتے بھی بہت ہیں

سیاسَت میں اگر شامِل نِفاق و بُغض ہو تو
زوال و پستی قوموں کو ستاتے بھی بہت ہیں

وہ ضربِ مِثلِ رُوئے گُل کو کیا سمجھیں گے جو کہ
زَباں خنجر نُما سے گُل کِھلاتے بھی بہت ہیں

سمجھ پاتے نہیں ہیں جو ہواؤں کے ہی تیوَر
گھر اُن کے سرخ طوفاں پھر اُڑاتے بھی بہت ہیں

سُنامی کے وہی ہیں لُقمہ ہائے اوّلیں جو
سَمُندَر میں نِڈَر ہو کر نَہاتے بھی بہت ہیں

بشر پھر چاہ کر جس کو گِرا پاتے نہیں ہیں
تو کیوں نفرت کی دِیواریں اُٹھاتے بھی بہت ہیں

حسن سے لا تعَلُّق ہو تو پھر نامہ بری کیوں
یہ نامہ بر تو دِل میرا جلاتے بھی بہت ہیں

''اب تو یہ دِل صَدا دے یا رَبّ''

اب تو یہ دِل صَدا دے یا رَبّ
ظُلم و ظالِم کو مِٹا دے یا رَبّ

جو اِنساں کو جَلائیں اُن کو
اب دھرتی سے اُٹھا دے یا رَبّ

کیوں باطِل بے عناں ہے اتنا
اب تُو بھی فَیصلَہ دے یا رَبّ

تُو عِبرَت کا نِشاں اُسے کر
جو نَفرَت کو ہوا دے یا رَبّ

ہیں عاشِق جو بھی تیرے ، اِن کے
دردِ دِل کی دوا دے یا ربّ

سب کچھ تُو نے دیا حسؔن کو
تُو اب لُطفِ لِقا دے یا رَبّ

’’جو تم نے مَقتَل میں سجا رکھے ھیں‘‘

جو تُم نے مَقتَل میں سجا رکھے ہیں
خَنجَر وہ ہم نے آزما رکھے ہیں

مِہر و مَہ و اَنجُم کے سب ہیں پَرتَو
وہ جو دیے ہم نے جَلا رکھے ہیں

بے فَیض تھے جو جَل رہے دِیے تھے
ہم نے تو مِہر و مَہ جَلا رکھے ہیں

ڈرتے نہیں وہ تِیر اور سِنان سے
جو اپنے رَبّ سے لَو لگا رکھے ہیں

حَسرَت سے جل مرتے ہیں ، جو کَلِمَہ کے
پڑھنے پڑھانے پہ سزا رکھے ہیں

ہوتا اُنہیں ہے قُربِ اِلٰہی حاصِل
درِ عرشِ دِل کو جو وا رکھے ہیں

ہو اَمن پھر کیسے نَصِیب تُم کو
کہ بُغض سِینُوں میں چُھپا رکھے ہیں

”جب تَلَک خَنجَر چلائے جائو گے“

جب تَلَک خَنجَر چلائے جاؤ گے
خُود کو ہی بَنجَر بنائے جاؤ گے

اَحمدی کا خُوں بَہا کر تُم اسے
گُل سے فصلِ گُل بنائے جاؤ گے

مَسکَنَت کی مار کھاؤ گے سَدا
مُضطَروں کو گر ستائے جاؤ گے

تب تَلَک رُسوا رہو گے جب تَلَک
مَسجِدیں اَور گھر گِرائے جاؤ گے

ساقیِ کوثر سے کیا نِسبَت تمہیں
آزروں سے ہی ملائے جاؤ گے

فانی دُنیا کے فِدایو کب تلک
عابِدوں پر سَنگ اُٹھائے جاؤ گے

اے عِباد البَطن ! کیا یُوں ہی سَدا
پیٹ کے دَھندے چلائے جاؤ گے

آئِینی مسلمان کی پُکار!!

جو فاقوں سے مَیں جُھلسایا گیا ہوں
تو پھر قِصّوں پہ بَہلایا گیا ہوں

نہیں عِزّت کی خُو بُو ہی رہی اب
کہ ذِلّت میں یُوں دَھنسایا گیا ہوں

مُجھے ہے شَوقِ تکفِیری نے مارا
کہ کافِر خُود بھی ٹھہرایا گیا ہوں

درِ میخانہ پر ہے شَیخ قابِض
مَیں اِک بُوند تَرسایا گیا ہوں

نہیں مُسلِم ، مگر آئین میں مَیں
بَخِیل و مَکر بنوایا گیا ہوں

میرے دِل کی زمیں بَنجَر رہی ہے
فَقَط رَسموں میں اُلجھایا گیا ہوں

ہوئی بیداریؔ دِل کی جو خواہش
تو مُردوں ہی سے مِلوایا گیا ہوں

زندہ قوم!

ہم کو تو کورونا سے لوگو! نہ ڈراؤ تم
اور ہم پہ بچاؤ کی روکیں نہ لگاؤ تم

دَنگوں میں ، فسادوں میں ہم روز ہی مرتے ہیں
یہ مَوت کہانی تو ہم کو نہ سُناؤ تم

ظُلمَت کے ہیں دِلدادہ ، راتوں میں پلے ہیں ہم
صُبحوں کے یہ رَوشن سے نہ خواب دِکھاؤ تم

یہ ختمِ نُبُوّت بھی ہے قَومی شَغل اپنا
ہر جُرم چُھپے اِس میں ، بس نعرہ لگاؤ تم

مُسلِم ہے مِرا فِرقَہ باقی ہیں سبھی مُرتَد
فتووں پہ بھروسہ ہے ، کَلِمَہ نہ سُناؤ تم

ہم دَہشَت و وَحشَت میں آگے ہیں بہت تم سے
اے کافِرو! گُل ہم سے بڑھ کر نہ کھلاؤ تم

اِک قَوم ہیں زندہ ہم گو قرض پہ پلتے ہیں
کچھ عار نہیں ہم کو گر بھیک دلاؤ تم

ہاں اہلِ وطن کی تو عظمَت کی نہیں حد ہی
ہر قَوم کہے ان سے ، نہ مُنہ لگاؤ تم

''ہاں تَنہائی کی عادَت ہو گئی ہے''

ہاں تَنہائی کی عادَت ہو گئی ہے
کہ اَشکوں سے رَفاقَت ہو گئی ہے

گئے ہنسنے ہنسانے کے وہ دن تو
کہ راحَت اب اَذِیّت ہو گئی ہے

مِلا ہے جُھوٹ اِتنا سچ میں اب تو
سچّائی سے عَداوَت ہو گئی ہے

کوئی عِشق و محبّت کیا کرے اب
محبّت بھی تو تُہمَت ہو گئی ہے

مِری مَیَّت جَلائی جو نہیں ہے
یہ تھوڑی سی رِعایَت ہو گئی ہے

مِرے قاتِل کے حق میں شَیخ کو بھی
ہاں! جَنَّت کی بَشارَت ہو گئی ہے

تُجھے تو اے حسؔن غم میں جہاں کے
فَقَط رونے کی عادَت ہو گئی ہے

''مجبورِ شوقِ وَصل یُوں تیار بیٹھے ہیں''

مجبورِ شَوقِ وَصل یُوں تیار بیٹھے ہیں
لگتا ہے جیسے وہ پسِ دِیوار بیٹھے ہیں

اب تو رَچی یُوں ہر رَگ و پَے میں ہے تِشنگی
پینے کو ہم بھی شربتِ دِیدار بیٹھے ہیں

پی کر جو مَےء دِید تیری بَزم سے اُٹھے
ساقی وہ رِند سارے ہی سرشار بیٹھے ہیں

لَذّت سے مَےءِ عِشق کی نا آشنا رہے
جو ہاتھ میں لِیے سدا تلوار بیٹھے ہیں

مَےءِ طَہُور شَیخ کی قِسمَت میں ہے نہیں
اور مَے کشوں سے ہو کے یُوں بیزار بیٹھے ہیں

ساقی شرابِ دِید پِلا دے اُنہیں کہ جو
مُدَت سے شَوقِ دِید میں لاچار بیٹھے ہیں

''جو اَندیشے تھے حَقِیقَت ہو گئے''

جو اَندیشے تھے حَقِیقَت ہو گئے
ہم ہی یاروں کو مُصِیبَت ہو گئے

گھولتے کانوں میں اُن کے رَس جو تھے
بول وہ حرفِ اَذِیَّت ہو گئے

لو مُرَوَّت کا جَنازَہ ہو چکا
اب تو لَہجے بھی قِیامَت ہو گئے

کُوفی جنرل ، مُلّاں درباری ہوئے
حَق پہ پھر اہلِ سِیاسَت ہو گئے

رُو سِیَہ جب حاصلِ کثرَت ہوئے
دَر بَدَر اہلِ صَباحَت ہو گئے

ہو کے کافِر آئین و دَستُور میں
اہلِ اِیماں ذی کرامَت ہو گئے

آگ نفرَت کی جَلا کے شَیخ جی
شَیطَنَت میں ذِی نِیابَت ہو گئے

با صَفا با صد سعی بیعَت ہوئے
اہلِ شر دَرپے عداوَت ہو گئے

ظُلم جَگ میں جو کرے گا
سب عَمَل اُس کے اَکارَت ہو گئے

خار جو اُس نے بچھائے تھے حسنؔ
شیخ کو خارِ خجالَت ہو گئے

نیابت: جانشین۔نائب

باصَفا: جس کا نفس پاک صاف ہو۔بے ریا

اِسلامی جَمہُورِیہ کے نئے لیڈر کا اَنجام!

لو نخوَت کا بُت ٹُوٹ گیا
شَیطاں کا پَسِینَہ چُھوٹ گیا

کچھ دن جو خُوب بجایا تھا
وہ جُھنجُنا دیکھو ٹُوٹ گیا

آخِر کو پِچ پَو راہے میں
مَٹکا بھی رِیا کا پُھوٹ گیا

مادہ جو تحمّل کا تھا بچا
اُس کو بھی یہ لُوٹ کھسُوٹ گیا

یہ قَوم کی سوچ بدل نہ سکا
ہاں اوکھلی میں سَر کوٹ گیا

’’تری مہربانی پر تو آنسو نِکَل پڑے‘‘

تِری مہربانی پر تو آنسو نِکَل پڑے
مِری بے بسی جو دیکھے پتھر پگھل پڑے

تِرے مُنہ سے جَھڑتے پھول دیکھے جو کوئی بھی
عَداوَت میں بھی محبّت کا چشمہ اُبل پڑے

وہ شِکوے دبے ہوئے بھی لب پر کبھی مِرے
جو آنے لگے ، تعَلُّقِ خاطر اُچَھل پڑے

ہاں دیکھا نہیں ہے تُجھ سا رِشتوں کا پاسباں
تِرے دَم سے ٹُوٹتا ہوا گھر سَنبَھل پڑے

سبھی کے سَجَن کبھی گلے سے لگاؤ تو
کوئی دن تو لاٹری مِری بھی نِکَل پڑے

یہ سچ ہے حسؔن کہ سچّا عاشِق وہی تو ہے
جو بے خود ہی سُوءِ کوچہءِ یار چَل پڑے

''ذرا بات کرنے کو جی چاہتا ہے''

ذرا بات کرنے کو جی چاہتا ہے
دِلِ غمزدہ پھر خوشی چاہتا ہے

دِلِ مُنتَظِر! وقت کٹ تو رہا ہے
تُو کیوں اَور سُرعَت رَوی چاہتا ہے

تَعَفُّن میں بیٹھا وہ نادان ہے جو
گُلوں کی سی پھر تازگی چاہتا ہے

اندیشہءِ مرگِ مُفاجات ہے پر
یہ دِل وَصلِ جاناں کو ہی چاہتا ہے

سَکَت دو قدَم کی رہی اب نہ باقی
مگر دِل کہ آوارگی چاہتا ہے

تخَیُّل کی پَرواز دُشوار ہے پر
شَغل شاعِری کا ہی جی چاہتا ہے

"دیوانہ"

دِیوانَہ ہے دِیوانے کو دِیوانَہ ہی رہنے دو
چلتے پھرتے اَفسانے کو اَفسانَہ ہی رہنے دو

عاشِق کا مُقدّر آتشِ عِشق میں جلنا ہی ٹھہرا ہے
پَروانہ ہے پَروانے کو پَروانہ ہی رہنے دو

دِیوانوں کا رونا بھی تو اَنہونی بات نہیں ہے
بہتے جَھرنے کو اے لوگو! اِک جَھرنا ہی رہنے دو

رُسوائی بھی مَستانوں کو تاجِ شاہی لگتی ہے
عِشق کے رُسوا کو بھی یارو مَستانَہ ہی رہنے دو

رُوئے گُل میں رُوئے یار کو ڈُھونڈتا ہے تو ڈُھونڈنے دو
مَجنُونِ عِشق کا پھولوں سے یارانہ ہی رہنے دو

فُرقَت و ہِجرِ یار کے کَرب و بَلا میں کھو کر دِیوانہ
خوشیوں سے گر بیگانہ ہے بیگانہ ہی رہنے دو

''عِید کے دِن کو خوشی سے ہی بِتانا چاہیے''

عِید کے دِن کو خوشی سے ہی بِتانا چاہیے
دوستو غَم بُھول کر بھی مُسکرانا چاہیے

دوستو بیحَد مُبارَک ہو تمہیں یہ یَومِ عِید
آج تو مِل بیٹھ کر ہی کھانا کھانا چاہیے

کُلفتوں کی دَلدَلوں سے ہاں! نِکَل کر آج تو
جو بھی رُوٹھے ہوں اُنہیں جا کر مَنانا چاہیے

ظُلمتِ کِینَہ مِٹے اَور سِینَہ رَوشَن جس سے ہو
دِیپ اپنے دِل میں اب ایسا جَلانا چاہیے

پَروَرِش بس تَن کی کرنے والو مت یہ بھولنا
اپنے اندر رُوح کو بھی آب و دانہ چاہیے

چھوڑ کر مادی خُداؤں کو ابھی دوستو!
صرف اِک اللہ سے ہی دِل لگانا چاہیے

ہر کدُورَت سے اگر دِل صاف ہو جائے حَسؔن
پھر خُدا کو اس میں رہنے کو بُلانا چاہیے

''دِل کا کیا ھے یہ بھی آخر کو بہل ھی جائے گا''

دِل کا کیا ہے یہ بھی آخر کو بہَل ہی جائے گا
وقت نازُک ہے مگر یہ وقت ٹَل ہی جائے گا

اوکھلی میں جس نے بھی ہے آج اپنا سَر دیا
جلد یا تا دیر آخر سَر کُچل ہی جائے گا

آج جس کو سینچتے ہو خونِ دِل اَور چاہ سے
وہ شَجَر کل دیکھنا کہ پھول پھَل ہی جائے گا

جو سِتَم گر کے ہے دِل میں مُوجِبِ ظُلم و نزاع
دیکھنا وہ خار آخر کو نِکَل ہی جائے گا

سَنگ دِل کے عِشق میں مایُوس نہ ہونا حسنؔ
جَذب کی حِدَّت سے اِک دِن تو پگھل ہی جائے گا

اے پاک وطن کے مزدورو!

اے پاک وطن کے مزدورو یاں آج تمہارا کوئی نہیں
خوشحالی تو دُور ، تمہارا حق بھی گوارا کوئی نہیں

آئین تمہارا دُشمن ہے حکّام میں کوئی دوست نہیں
عزّت کی تمھیں جو روٹی دے ایسا بھی ادارہ کوئی نہیں

بُت گُونگی شرافت کا مل کر اب توڑ دو اپنے اندر سے
اب نعرۂ حق لب پہ لاؤ کہ زباں پہ اَنگارہ کوئی نہیں

اپنے بلکتے بچّوں کی خاطر ہی بیدار تو ہو جاؤ
کہہ دو یہ بنانے والوں سے آئین ہمارا کوئی نہیں

رَونَق ہے گُلستاں کی تُم سے گُلشن کو سنوارا تُم نے پر
جو آب و تاب دِکھائے تِری قِسمت کا سِتارَہ کوئی نہیں

قبروں میں پڑے تو یُوں بھی ہو بس مَوت کے ڈر سے زندہ ہو
جب روز ہی جیتے مرتے ہو کیوں مَوت کا یارا کوئی نہیں

قِصّہ تو لُوٹ اَور مَیری کا اتنا بھی پارِینہ نہیں
اے لیڈرو! زندگی دُنیا کی تو ملتی دوبارہ کوئی نہیں

عِبرَت کا نشاں بن جائیں گے جتنے بھی مُنافِق لیڈر ہیں
ظالِم بھی اِک دن دیکھیں گے اُن کا بھی سہارا کوئی نہیں

"ننّھی سی پری"

تُو آسماں سے آئی اے ننّھی سی پری
تُو ہے عطاء ربّی اے ننّھی سی پری

بے مِثل چاند بھی ہے حُسن و جمال میں
ہے شان اَور تیری اے ننّھی سی پری

تُجھ کو یُوں پا کے دادا تیرے گُلاب ہیں
اور ہے نِہال دادی اے ننّھی سی پری

بیٹھے ہیں دُور نانا ، پر شاد ہیں بہت
خوش تر ہے تیری نانی اے ننّھی سی پری

شامی و عاشی کے ہیں دامَن مہَک اُٹھے
کلیوں کی تُو ہے رانی اے ننّھی سی پری

تیری تو ڈاکٹر اور میمونہ سے ہے اَور
چاچُو سے بھی ہے یاری اے ننّھی سی پری

اور ہاں صبا کو تنگ کر ہنستی ہے تُو تو اُف!
لگتی ہو کتنی اچھی اے ننّھی سی پری

ہے یہ دُعا شگفتہ کی کہ سدا رہے
تُو پھولتی و پھلتی اے ننّھی سی پری

یہ نظم عزیزم احتشام عرف شامی ابن ریاض احمد خاں صاحب کی بٹیا کے لیے کہی گئی تھی۔

’’یہ دُعاوں سے بزرگوں کی ہوا ہے فضلِ رَبّی‘‘

یہ دُعاوں سے بزرگوں کی ہوا ہے فضلِ رَبّی
ہوا ڈاکٹر بھتیجا ، بھانجا مُرَبّی

یہ خبر خوشی کی پا کر سبھی چہرے جگمگائے
میرے رُوح و تن مَسَرَّت سے ہیں آج چہچہائے

ہو کے شاہِد آ ملا جب مجھے بندۂ مُقیت
لگا نَجم جس کی ضَو ہو ہر اور ہی مُحِیط

ملا ڈاکٹر بھی آ کر جو کیھان ہے تو سوچا
ہے حَسِین گلاب جس کو ہے جِگَر کے خُون دے سینچا

لگے فارِی و غزالہ تو وجیہہ مٹھو کو بھی
ہے عطاءِ ربّ رحماں یہ ہوا کرم ہے جو بھی

یہ دُعا شگفتہ کی ہے تو حسؔن بھی ہے دُعا گو
کھلیں اور پھول ایسے بنیں رنگِ گلستاں جو

بھتیجا: ڈاکٹر رانا کیہان اکرم خاں صاحب ابن رانا محمد اکرم خاں صاحب ابن رانا محمد خاں صاحب (صحابی اور درویش حضرت چوہدری محمد احمد خاں صاحبؓ کے نواسے) ابن چوہدری منشی خاں صاحب ابن چوہدری سوہنے خاں صاحب آف سڑوعہ ضلع ہوشیار پور تحصیل گڑھ شنکر بھارت۔

بھانجا: رانا عبدالمقیت صاحب مربی سلسلہ عالیہ احمدیہ ابن رانا عبدالغفار صاحب ابن رانا عبدالغفور خاں صاحب ابن چوہدری بڈھے خاں صاحب ابن چوہدری ہیرے خاں صاحب آف سڑوعہ ضلع ہوشیار پور تحصیل گڑھ شنکر بھارت۔

’’کاواں ٹولی اِکّو بولی‘‘

’’کاواں ٹولی اِکو بولی‘‘
جُھوٹ دے نال ایہہ کھیڈن ہولی

مار سٹّن جے اِیہناں بارے
جِیب کسے نے اپنی کھولی

اِیہناں دے نیں دِل وی کالے
گَاں اے کراون سب نُوں گولی

اِک دُوجے دی گَاں گَاں سُن کے
ہر گَاں جاپے بابا کرولی

گَاواں دے ای سرداراں نے
قَوم جے ککھاں دے وِچ رولی

اَج وی حسؔن تے قَوم دی خاطر
منگے خیراں چُک کے جھولی

جَد وی کھکھڑی واڑے اُجڑ جاندے نے
ہو اوہناں دے شَہ فیر گیدڑ جاندے نے
وَیرِ خُدا دا اَت ہووے تے باغاں دے
سجنو ! ہو پٹواری گالھڑ جاندے نے

''دَسّو ہُن ایہہ قوم ویچاری کدرے جاوے''

کھان وزیر مشیر تے ایتھے چنگے کھابے
ٹھنڈے چُلھ غریب دے ، نالے خالی چھابے
بُھکھیاں رکھ عوام نُوں مارن سَولے دابے
ویچ کے ووٹ عوام وی اپنے ہتھ وڈاوے
دَسّو ہُن ایہہ قوم ویچاری کدرے جاوے
روپیّہ ککھوں ہَولا ہوندا جاندا اے
سونے دا تے بھاء وی چوکھا ہوندا جاندا اے
غریب دا جینا وی ہُن اوکھا ہوندا جاندا اے
حاکم جیہڑا وی آوے او باندر ونڈ ونڈانوے
دَسّو ہُن ایہہ قوم ویچاری کدرے جاوے

دیس نُوں لگّا ایس تُوں وَد ناسُور نہ کوئی
مُلّاں جیہا زمانے وِچ فتُور نہ کوئی
مُلّاں لئی تے ایتھے اَج دستُور نہ کوئی
دِین دے ناویں قَوم نُوں پُٹھی چال چلاوے
دَسّو ھُن ایھہ قَوم ویچاری کدرے جاوے
ساڑ صَحیفے کافِراں سِر وی دَھر دے نیں
بندے بستی ساڑ کے ہی فیر کھڑ دے نیں
چوکھا اے قُرآن نمازاں پڑھ دے نیں
رَبّ وی ایہناں سِر ہی اپنا قیہر وساوے
دَسّو ھُن ایھہ قَوم ویچاری کدرے جاوے
کُوڑے عاشِق گالھاں پہلے آپ نبیؐ نُوں کڈھن
گُستاخی دا کر بہانہ ویر نہ اپنا چھڈن
ہو ہو فیر ہلکائے جاون اِنساناں نُوں وڈّن
ملّاں ایتھے ہر دیہاڑے وَکھری کھیڈ کھڈاوے
دَسّو ھُن ایھہ قَوم ویچاری کدرے جاوے
نفَرت وِچ مخلوق دی لبّھن لوک ثواباں
بِنا مُحبّت کُوڑے دین تے کُوڑ کتاباں
دِین دے ٹھیکیدار وی اَج نیں مِثل عتاباں
درس پرِیت محبّت والا کون سناوے
دَسّو ھُن ایھہ قَوم ویچاری کدرے جاوے

’’دُعا بن گئے ہیں آنسو مِرے غمگسار بن کے‘‘

خبر سرجری کی دِل پہ لگی ہے کٹار بن کے
دُعا بن گئے ہیں آنسو مِرے غَمگُسار بن کے

شِفا دے کے میرے مولا یہ جھولی مِری تُو بھر دے
اُتر آ میری حِنا پہ شِفا کا حِصار بن کے

شِفاؤں کا تُو خزانہ ، ہے تُو قادر و توانا!
دُعائیں قبول کر لے وفادار یار بن کے

حِنا کو پلا شِفاء کا ذرا ایسا جام ساقی
رگ و ریشہ میں جو اُترے ترا حُسن و پیار بن کے

میرے اللہ!

مرے اللہ! بچوں کو مِرے سَرشار ہی رکھنا
چَمَن میرا سدا مولا! گل و گُلزار ہی رکھنا
رہے اِن کے لیے یا رَبّ! سدا دُنیا بھی جنّت سی
قیامت میں بھی تُو مولا! انہیں اَخیار ہی رکھنا

اَخیار۔۔برگزیدہ

”محبّت کا بھی دَم بھرتے بہت ہیں“

مَحبّت کا بھی دَم بھرتے بہت ہیں
عَداوَت میں بھی حَد کرتے بہت ہیں

کبھی اے دوستو! اُن کی بھی سُن لو
نہیں جو بولتے کہتے بہت ہیں

مُحافِظ اور رَہبَر وہ ملے ہیں
جو کرتے کچھ نہیں بِکتے بہت ہیں

فَقَط پیشَہ ہوئی جب سے اِمامَت
یہ واعِظ قوم کو ڈَستے بہت ہیں

محبّت سے وہ کہہ دیتے ہیں یُوں بھی
کہ اُف! وہ شاعِری کرتے بہت ہیں

اَثَر لگتا ہے یہ بھی دِل لگی کا
کہ وہ چلنے میں اِٹھلاتے بہت ہیں

کَھیہڑا چھڈّو نیکاں دا ہُن بَداں نُوں مارو لوکو
کھیت اُجاڑن والے سُوراں سِہاں نُوں مارو لوکو
اِک دُوجے نُوں مارن نال کَلیس تاں مُکدی ناہیں لوکو
مُکدے رولے جَد بُرے دی ماں نُوں مارو لوکو

''ہمارا جِینا جب دُشوار کیا تم نے''

ہمارا جِینا جب دُشوار کیا تُم نے
ہماری راہ کو ہَموار کیا تُم نے

ہمیں برباد کرنے کے ہی چکّر میں
ہاں رُسوا دِیں سرِ بازار کیا تُم نے

ہمیشہ تم پہ لعنَت بن پلٹ آیا
جو مکرِ بَد پسِ دِیوار کیا تُم نے

مَکانوں کو جَلا کر کیا مِلا تُم کو
گھر اپنا راکھ کا انبار کیا تُم نے

ہاں سچ پر جُھوٹ کو اُنڈیل کر ظالم
فقَط شَیطان زیرِ بار کیا تُم نے

''تم رُخ ھوا کا موڑ دو گے کیا''

مجھ سے تَعلُّق توڑ دو گے کیا
رِشتہ فنا سے جوڑ دو گے کیا

سب ہی کو چھوڑا تھا فَقَط تیرے لیے
تُم بھی مُجھے اب چھوڑ دو گے کیا

یہ آئینہ سچ بولتا ہے تو پھر
اِس کو بھی اب تُم توڑ دو گے کیا

چھوڑو وَفا اپنی کے قِصّے ابھی
دِل کو مِرے جَھنجُھوڑ دو گے کیا

آخِر جو قِسمَت میں تھا سَہنا ہے وہ
تُم رُخ ہوا کا موڑ دو گے کیا

ہو در ہجومِ سنگ بدستاں کھڑے
مَجنُوں کا سَر بھی پھوڑ دو گے کیا

چھیڑے عدُو ہے نام لے کر تِرا
اب تم عداوَت چھوڑ دو گے کیا

''اَمیری نے تُجھے یہ دیکھ! کیا سے کیا بنا ڈالا''

اَمیری نے تُجھے یہ دیکھ! کیا سے کیا بنا ڈالا
خوشی کو بھی تو اپنے گھر سے تُو نے ہے بھگا ڈالا

ہوَس تو جاہ و حَشمَت کی گھروں کو توڑ دیتی ہے
چَمن کی چہچَہاہَٹ کو کہاں تُو نے اُڑا ڈالا

بڑھا جُوں جُوں تِرا دھن ہے تِرے اَطوار ہی بدلے
دِلوں کو سب ہی اپنوں کے اَندیشوں نے ہِلا ڈالا

عزیزِ مَن تُو دَولَت کے نَشے میں چُور جب سے ہے
فقط اِک رَسم دِیں کو بھی ہے تُو نے تو بنا ڈالا

سُنو کہ گھر نہیں بنتے مکاں بنتے ہیں دَولت سے
محبّت کے اُجالوں کو کہاں تُو نے بُجھا ڈالا

حسؔن کیا فائدہ جلنے کا حسرَت میں ، کسی نے گر
سنبھلنے کی گھڑی کو لا اُبالی میں گنوا ڈالا

''سنو کہ گھر نہیں بنتے مکاں بنتے ہیں دولت سے''
میرے پوتے رانا عاکف علی حسن خاں نے اس مصرعے کا مرکزی خیال عطا کیا تھا۔

''وہ جس سے عِشق زَوالی کبھی نہیں ہوتا''

وہ جس سے عِشق زَوالی کبھی نہیں ہوتا
دِل اس کی یاد سے خالی کبھی نہیں ہوتا

وہ گُلستان کہ کِھلتے نہیں گُلاب اس میں
واں مُعتَبَر کوئی مالی کبھی نہیں ہوتا

غم و اَلَم کے اندھیروں میں کوئی بھی یارو
سِوا سَمیع کے والی کبھی نہیں ہوتا

ہمارا دِل جو کبھی ہم سے بات کرتا ہے
وہ کہنا اس کا خیالی کبھی نہیں ہوتا

خیال جس کو گُنہ سے نہیں ہے بچنے کا
تو ایسا شخص مِثالی کبھی نہیں ہوتا

ہوائے نَفس کے پنجے کا جو اَسیر بنے
وہ با مَقام یا عالی کبھی نہیں ہوتا

سُخَن طَراز اگر کوئی ہو حسؔن اُس کا
مَقال سوءِ مَقالی کبھی نہیں ہوتا

مَقال: قول۔ کلام۔ بات
سوءِ مَقالی: قول، کلام کی بے ادبی

’’کس نے کِیا ،کیا کیا کیا، یہ بات رہنے دیں جناب‘‘

کس نے کِیا ، کیا کیا کیا ، یہ بات رہنے دیں جناب
یہ غم مِرا ہی ہے تو پھر مُجھ کو ہی سَہنے دیں جناب

جو عُمر باقی ہے بچی وہ بھی تو کٹ ہی جائے گی
بس آپ اپنی فِکر کر لیں میری رہنے دیں جناب

ہاں وہ خُدائے لَم یزَل دِل کا مِرے جانے ہے حال
یہ مُرغ بِسمِل سا تڑپتا ہے تڑپنے دیں جناب

یہ آگ نفرَت کی تو مَن اپنا ہی کر دیتی ہے راکھ
گر جامِ نفرَت ہی عدُو بھرتا ہے بھرنے دیں جناب

رسمِ وَفا سے تو سُنو! غافِل حسنؔ ہرگز نہیں
دِل سے ذرا تم بدگُمانی کو تو ہٹنے دیں جناب

جس کی کوئی خَطا نہیں ہوتی
اس سے عِفَّت خَفا نہیں ہوتی
ایسی یاری کا ٹُوٹنا بہتر
جس میں بُوئے وَفا نہیں ہوتی

''دِل تَصَوُّر میں سدا تیرے ہی مُسکایا رہا''

دِل تَصَوُّر میں سدا تیرے ہی مُسکایا رہا
ایک تُو ہی میرے جیون کا تو سَرمایا رہا

جو خَلاؤں میں ہے اِک مَہتاب سا بھٹکے سدا
بالمُقابِل میرے مَہ کے وہ بھی گہنایا رہا

اَور بھی تو ہیں حَسیں اِس دَور میں اے جانِ جاں
میری نظروں کو فقط اِک تُو ہی تو بھایا رہا

ہیں تَصوُّر میں وہ لَمحے اِفتخار و پیار کے
جب حِنا سے تھا حسؔن ہاتھوں پہ لکھوایا رہا

''شہرِ دِلبراں میں جو عِزّت نہیں تو کچھ بھی نہیں''

شہرِ دِلبراں میں جو عِزّت نہیں تو کچھ بھی نہیں
جو دِلوں میں پیار کی حِدّت نہیں تو کچھ بھی نہیں

ہاں بہت سی لذتیں آسائشوں میں بھی ہیں مگر
جب عِبادَتوں میں ہی لذّت نہیں تو کچھ بھی نہیں

اَوروں کے گُناہوں کا پرچار کرنے والو سُنو
مَعصِیَت پر اپنی نَدامَت نہیں تو کچھ بھی نہیں

گٹھڑی تو علُوم کی سَر پر اُٹھا رکھی ہے مگر
عالِمو سُنو! جو فِراسَت نہیں تو کچھ بھی نہیں

یاد رکھنا بات یہ ہر آن و لحظَہ ہی تُو حسنؔ
گر ایماں کی دِل میں حَرارَت نہیں تو کچھ بھی نہیں

اے نام نِہاد مولوی!

تُجھ کو نَشہ جو بھی چڑھا ہے وہ اُتر ہی جائے گا
ہاں غَفلَتوں کا دَور بھی آخر گُزر ہی جائے گا

تُجھ سے مُنافِق کی پکڑ ہو کر رہے گی ایک دن
واللہ! تو قعرِ مَذَلّت میں اُتر ہی جائے گا

جو تیرے مَکر و کِذب سے بہکے رہے پوچھیں گے جب
اپنے کہے سے روزِ مَحشَر تو مُکر ہی جائے گا

جاہ و اَنا تیری بھی تو اِبلیس سے کچھ کم نہیں
عِبرَت نشاں ہو کر سہی تو بھی نکھر ہی جائے گا

کثرَت پہ اور جتھے پہ اپنے ناز اے ناداں نہ کر
تو دیکھنا تنکوں کی مانند وہ بکھر ہی جائے گا

ہے وقت اب بھی دیکھ لے تو نُصرَت و تائیدِ حق
مَنشا سے تُو اللہ کے کیا بے خَبَر ہی جائے گا

یہ ہے عطاءِ ایزدی توَبَہ کا دَر وا ہے حسؔن
توَبَہ کرے گا جو بھی وہ آخِر سَنوَر ہی جائے گا

’’ھاتھ دُشمن سے ملا لے تو وہ چاہَت کیسی‘‘

ہاتھ دُشمن سے مِلا لے تو وہ چاہَت کیسی
رِشتہ ہی ٹُوٹ گیا ہو تو وضاحَت کیسی

بے وَفا دوست سے اللہ بچا کے رکھے
بدلے پل پل میں جو رنگ اُس سے رفاقت کیسی

بُھوک بچّوں کی مِٹائے نہ تو محنت کیسی
وقت جس سے نہ کٹے تو وہ شرافَت کیسی

سچ کو روندیں ہیں سبھی مَصلَحتوں کے دھوکے
سچ کے اِظہار کو حائل ہے یہ خفَّت کیسی

حُور و غِلمان نے ہے شَیخ کو دِیوانہ کیا
شَیخ کیا جانے لِقا میں بھی ہے لَذّت کیسی

کیوں حسَن عِشق کو ظالم ہی سبھی کہتے ہیں
ہم بھی دیکھیں گے کہ ہے عِشق میں ہِمّت کیسی

''حقّ و باطِل میں بَپا فِتنَہ کیا ھے''

حقّ و باطِل میں بَپا فِتنَہ کیا ہے
دَہر میں اِس کے سِوا جھگڑا کیا ہے

گر تَعَلُّق ہی شرافَت سے نہیں ہے
غَیرت و عِزَّت سے پھر ناطہ کیا ہے

قَوم پر جب آفتِ اَعمال آئے ہے
ہر کوئی کہتا ہے میں نے کِیا کیا ہے

دیس کے اِیوانوں میں جو ہے تَماشا
تم کہو اس کے سِوا مُجرا کیا ہے

قَوم کے ذہنوں میں مُلّاں نے بھرا جو
اس سے بڑھ کر تو تَعَفُّن زا کیا ہے

تم کو ہے اللہ پر اتنا بھروسہ
پھر لگا رہتا تمہیں دھڑکا کیا ہے

ہم وَطَن سُورج کو مانیں ہیں حسؔن تو
اِنعکاسِ ضَو سے پھر ڈرنا کیا ہے

تَعَفُّن زا: سڑاند پیدا کرنا، بدبو پیدا کرنا

تعارفِ مُصَنّف

رانا محمد حسن خاں صاحب ابن رانا محمد خاں صاحب چک نمبر ۱۲۶ اسلام آباد تحصیل پھالیہ ضلع گجرات میں پیدا ہوئے۔ لاہور میں پلے بڑھے۔ آپ کے والدین مشرقی پنجاب کے ایک گاؤں سڑوعہ جو ضلع ہوشیار پور کی تحصیل گڑھ شنکر میں واقع ہے، کے رہنے والے ہیں۔ تقسیم ہندوستان کے بعد ہجرت کر کے انہوں نے پاکستان میں فیصل آباد کے قریب ایک گاؤں 60 چک ج ب شہباز پور میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ بعد میں ملازمت کے سلسلے میں دوسری ہجرت تک لاہور میں رہے۔ رانا محمد حسن خاں صاحب کے والدین اور بھائیوں کے خلاف توہین رسالت، تبلیغ، دہشت گردی اور بہت سے دوسرے مقدمات ایک مقامی مولوی کرامت علی قادری نے ایک بااثر شخص ولی محمد کی ایما پر درج کروائے تھے۔ عرصۂ دراز سے موصوف کے والدین اور سب بہن بھائی ہجرت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رحم اور فضل و احسان پر بے حد مشکور اور مسرور ہیں۔

رانا محمد حسن خاں صاحب نے لاہور میں تعلیم حاصل کی اور چند برس سرکاری ملازمت کرنے کے بعد 1985ء میں جرمنی آ گئے، 2007ء میں برطانیہ کے شہر لندن میں سکونت اختیار کر لی۔ برطانیہ آنے کے بعد موصوف کے اندر کا چھپا ہوا لکھاری نمایاں ہونے لگا۔ 2009ء میں ان کی پہلی کتاب ''خزینۃ الشفاء'' شائع ہوئی جس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہو چکا ہے۔ 2012ء میں ان کی دو کتابیں ''علماءِ سوٗ'' اور ''وارثانِ ابوجہل'' شائع ہوئیں۔ 2013ء میں ان کی مزید دو کتابیں ''سائبان'' اور ''امراض خواتین'' شائع ہوئیں۔ اسی سال موصوف نے مذہبی، سیاسی، ادبی، طبی، سائنسی اور معاشرتی سرگرمیوں کا ترجمان سہ ماہی منفرد رسالہ پیشوا انٹرنیشنل لندن کا اجراء کیا۔ جو تا حال قارئین کی علمی پیاس بجھا رہا ہے۔ 2021ء میں ان کی کتاب ''امراض مردانہ'' شائع ہوئی۔ 2022ء میں موصوف کی بیگم شگفتہ حسن صاحبہ کی اخلاقی مضامین پر مشتمل کتاب ''اچھی باتیں'' ان کی راہنمائی میں شائع ہوئی۔ 2022ء ہی میں رانا محمد حسن خاں صاحب کی دو کتابیں ''گونگی شرافت'' حصہ اول اور ''گونگی شرافت'' حصہ دوئم شائع ہوئیں۔ اور اب 'گونگی شرافت'' کا تیسرا حصہ بھی شائع ہو چکا ہے۔

خاکسار اللہ تعالیٰ کا انتہائی مشکور ہے جس نے محترم رانا محمد حسن خاں صاحب کی گیارہویں کتاب ''فصلِ کنول'' شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ فصلِ کنول'' رانا صاحب کا پہلا شعری مجموعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ موصوف مختلف موضوعات پر لکھتے رہیں اور اللہ تعالیٰ ہمیں ان تحریروں کو شائع کرنے کی توفیق عطا فرماتا رہے۔ اللہ تعالیٰ رانا صاحب کو صحت و سلامتی والی لمبی، فعال زندگی عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین

ناشر

خاکسار

محمد ثاقب رشید